چراغ تہہ داماں

اقبال متین

قیمت : 25

کتابت : شہید صفی پوری

اشاعت : دسمبر سنہ ۱۹۷۶ء

طباعت : نامی پریس لکھنؤ

تعداد : ۶ سو

چراغ تہہِ داماں

ناول

اقبال متین

نصرت پبلشرز ۔ کپور مارکیٹ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ ۳

انتساب

بہت پیارے اور محترم بھائی
ڈاکٹر سید عبدالمنان کے نام

کہ

درد اور درد کی ہے سب کی دوا ایک ہی شخص
یاں ہے جلاد و مسیحا بخدا ایک ہی شخص
(حالی)

—اقبال متین—

وہ بجرہ جو جھیل کے شفاف سینے پر ڈول رہا ہے کوشلیا ابھی ابھی اس سے اتری ہے اس نے ننھے شانوجہ کا ہاتھ تھام لیا ہے جو ابھی تک بجرے ہی میں کھڑا اس کی طرف ہاتھ بڑھا کر مسکرا رہا تھا۔
کوشلیا کے چہرے پر پانی کے قطرے دمک رہے ہیں اور اس کی لمبی لمبی سیاہ زلفوں میں بھی پانی کی بوندیں اس طرح اٹکی ہیں جیسے موتی پرو دیئے گئے ہوں۔ یقیناً پانی کے یہ موتی بجرے کے ان نئے مسافروں نے کوشلیا پر پھینکے ہیں ——
ننھا شانوجہ بھی اپنی ماں کے ساتھ ان مردوں کے مذاق پر ہنستا رہا ہوگا جو کوشلیا سے کچھ ہی پہلے بجرے سے اترے ہیں۔
آج ننھے شانوجہ نے اتنی ضد کی ہوگی کہ کوشلیا کی وہ ممتا جاگ پڑی جسے تھپک تھپک کر وہ سلاتی رہی ہے۔
بردوے گیسٹ ہاؤس اتنی بلندی پر ہے کہ موٹے آدمی اس تک پہنچتے

پہنچتے ہانپنے لگتے ہیں۔ یہ گیسٹ ہاؤس اپنے پُر فضا مناظر، صحت بخش آب وہوا، اطراف میں بکھری ہوئی چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں اور ایک گہری خوفناک کھائی کے لئے مشہور ہے۔

برہن بستی کا قریہ اس گیسٹ ہاؤس سے صرف دو اڑھائی میل ہے۔ ضروریات زندگی کی ساری دوکانیں برہن بستی ہی میں تھیں۔ بردولے گیسٹ ہاؤس کے چھوٹے سے احاطے سے دو فرلانگ پر فیوزک ہینسن کا خوبصورت سا ریسٹورانٹ ہے جس کا نام فیوزے ہے ــــــ فیوزے میں آپ کو ہندوستانی شرابیں، دبتے اور سور کا گوشت اور گائے کی زبان، اتوار، پیر اور کبھی کبھی منگل کو بھی مل سکتے ہیں۔ آج چھ سال سے کوئی اتوار بھی ایسا نہیں گزرا ہے جب کہ یہ ساری چیزیں دور اور نزدیک سے آنے والے مسافروں اور ٹورسٹوں کو نہ ملی ہوں۔ پیر اور منگل کے سلسلے میں، ہینسن کبھی دعویٰ نہیں کرتا ــــــ وہ کہتا ہے کہ اتوار کے دن نہیں کا لفظ وہ اپنی ڈکشنری سے خارج کر دیتا ہے۔

جوں جوں بردولے گیسٹ ہاؤس کی چہل پہل میں آئے دن اضافہ ہو رہا ہے کوشلیا کے بدن پر نئے نئے کپڑے دکھائی دینے لگے ہیں اور سُنا ہے کہ ہینسن بھی ایک چھوٹی سی سکنڈ ہینڈ وین VAN خریدنے کے منصوبے بنا رہا ہے کہ وہ روز نہیں تو ہر دوسرے تیسرے دن شہر سے تازہ گوشت،

مچھلی اور کچے جھینگے اپنے فیوزرے کے لئے لا سکے۔
کوشلیا اور فیوزرے ان دونوں کو بر و دلے گیسٹ ہاؤس سے الگ کرلیا جائے تو ہم اس کے مناظر کی دلکشی اور خوبصورتی ہی کو سرے سے کھو بیٹھیں ——— کوشلیا تو بر و دلے گیسٹ ہاؤس کو آغوش میں لئے ہوئے ہر منظر کا ایک حصہ ہو کر رہ گئی ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ کوشلیا کا تصور ننھے شانوجہ کو ہٹا کر ممکن نہیں۔
شانوجہ پانچ چھ سال کا بڑا پیارا سا بچہ ہے ——— کوشلیا نے اپنی کوکھ سے اسے جنم دیا ہے اپنی چھاتیاں چسا کر اسے پروان چڑھایا ہے ——— اور آج یہی کوشلیا کبھی اس کے گال پر طمانچہ لگا کر اس سے کہتی ہے ——— تو مر نہیں جاتا۔
ہینسن نے بھی کبھی سوچا ہے، واقعی شانوجہ مر جائے تو؟ ——— پھر اس خیال پر تاسف کرتے ہوئے اسنے اپنی انگلی سے اپنے ہی سینے پر صلیب کا نشان بنا لیا ہے۔ یعنی اس نے شانوجہ کی موت کی خواہش اپنے دل سے نکال پھینکی ہے اور توبہ و استغفار کا اظہار اس صلیب سے کیا ہے جو ابھی ابھی اس نے اپنے سینے پر انگلی کے اشارے سے بنائی ہے۔
ہینسن کی یہ خواہش ہرگز نہیں ہے کہ شانوجہ مر جائے۔ وہ کوشلیا کے دل میں اس مردہ مامتا کو زندہ ہوتا ہوا دیکھنا چاہتا ہے جو اسکے خیال میں

کبھی کی مرگئی ہے ۔ اس ماتما کو زندہ دیکھنے کے لئے وہ چاہتا ہے کہ شانوجہ مرجائے بھی تو مضائقہ نہیں۔

ہنیسن کہتا ہے کہ آنے والے مسافروں نے مل جل کر کو شلیا کی ماتما لوٹ لی ہے ۔ فیوزک ہنیسن کو کبھی کبھی یہ بھی کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ اسے اپنے فیوزے سے جتنا پیار ہے کوشلیا کو شانوجہ سے اتنا پیار بھی نہیں ہے۔

ہنیسن اپنا تقابل کو شلیا سے غلط کرتا ہے ۔ وہ یہ بھول جاتا ہے کہ فیوزے اگر اس کا بچہ ہے تو بڑا اکماؤ پوت ہے شانوجہ کی بات الگ ہے ۔ شانوجہ تو اتنا ضدّی ہے کہ کوشلیا کو اچھے خاصے سخی مسافر تک کے پہلو سے اٹھ کر اپنے اتارے ہوئے کپڑے پھر سے پہن لینے پڑے ہیں ــــ اور مسافر نے بھنّا کر کوشلیا سے کہا ہے ــــ

"پھینک کیوں نہیں دیتیں اس لوڑے کو کھائی میں"

کتنے ہی مسافروں نے کوشلیا کو مشورہ دیا ہے کہ وہ شانوجہ کو کھائی میں پھینک دے ــــ وہ موقع محل دیکھ کر کبھی مسکرا کر رہ گئی ہے کبھی شانوجہ کے گال پر طمانچہ جڑ دیا ہے۔

یہ دونوں مسافر جنہوں نے تارامتی ایٹم بوٹ پر بجرے کو ترجیح دی تھی بَرودے گیسٹ ہاؤس کے کمرہ نمبر ۳ میں اترے ہیں ــــ ان دونوں میں سے کسی کے ساتھ کوئی لڑکی نہیں ہے ــــ یہ برودے گیسٹ ہاؤس ہی میں ایک

دوسرے سے متعارف ہوئے ہیں۔ جب یہ بس سے اتر کر گیسٹ ہاؤس پہنچے تو ایک دوسرے کو جانتے بھی نہ تھے لیکن بردولے ہاؤس کے سارے کمرے چونکہ اینگیج تھے اس لئے ان دونوں نے کمرہ نمبر ۳ میں دو بستر لگوانے پر مینیجر سے رضا مندی ظاہر کردی تھی۔

ان دونوں نے آپس میں یہ تصفیہ کرلیا ہے کہ کوشلیا کے ساتھ رہنے سے متعلق قرعہ اندازی کرلی جائے۔ جس کا نام پہلے اٹھے گا کوشلیا پہلے اس کی ہوگی اور دوسرا آدمی اس وقت تک شانوجہ کو سنبھال لے گا، اگر وہ نیند سے جاگ جائے۔

لیکن کوشلیا نے انھیں بتادیا ہے کہ جناب یہ مُوا دس بجے رات سے پہلے سوئے گا نہیں کیوں کہ یہ دوپہر کو بہت سو کر اٹھا ہے اور جب تک یہ جاگتا رہے گا میں کسی کی بھی نہیں ہوسکتی۔

جب کوشلیا نے فیصلہ کن انداز میں یہ بات کہہ دی تو ان دونوں نے رات یہیں گیسٹ ہاؤس میں بسر کرنے کا تہیہ کرلیا ہے اور فیونرے میں ڈنر کا آرڈر دینے کے لئے روانہ ہوگئے ہیں۔۔۔جاتے جاتے ان میں سے ایک نے کوشلیا کو پلٹ کر دیکھا اور کوشلیا نے جواب میں مسکراہٹ پھینک دی اور بڑی ادا سے شانوجہ کو بچھرے سے کھینچ کر گود میں بھرلیا۔۔۔

شانوجہ ادھر کوئی چھ سات مہینے سے کوشلیا کو بہت دق کررہا ہے۔ ورنہ

وہ پہلے اتنا ضدی نہ تھا۔ ایک حد تک وہ بجرے والے کاکا سے مانوس ہو چلا تھا۔ بجرے والا بوڑھا کاکا۔ شانوجہ بھی کاکا پکارنے لگا ـــــ بجرے والے کاکا نے بہت کوشش کی کہ شانوجہ اسے دادا پکارے لیکن شانوجہ راضی نہ ہوا۔

بجرے والے کاکا پھوس کی ایک کشادہ کیٹیا میں جھیل کے کنارے رہتا ہے۔ کوشلیا بھی کاکا کے ساتھ ہی رہتی ہے اور شانوجہ بھی اسی کیٹیا کا باسی ہے۔ رات تھپک تھپک کر لوریاں دے دے کر کوشلیا شانوجہ کو سلا دیتی تو پھر ـــــ اس کے سنورنے سجنے کا وقت شروع ہوتا ـــــ وہ دن بھر شانوجہ کو مشغول رکھتی اور سر شام ہی وہ سو جاتا ـــــ شانوجہ اس کا عادی ہو چکا تھا دن میں ایک منٹ کو بھی اس کی پلک نہ جھپکتی اور شام ہوتے ہوتے وہ دنیا سے بے نیاز ہو جاتا پھوس کے جھونپڑے میں دیئے جلتے اور شانوجہ کی آنکھوں کے جگنو اپنی روشنیاں گل کر لیتے ۔ ان دنوں کوشلیا کو آنے والے مسافروں اور ٹورسٹوں کو خوش کرنے میں اتنی دیر نہ لگتی ـــــ شانوجہ کو پچکار کر بہلا کر اس سے جدا ہونے میں اتنے جتن اسے نہ کرنے پڑتے تھے ۔ کئی بار تو یوں بھی ہوتا کہ کوشلیا شام ہوتے ہوتے بن ٹھن کر مسافر کے ساتھ برو دلے یا فیوزے چلی جاتی اور شانوجہ کاکا سے کھیلتا کھیلتا سو جاتا، کبھی کوشلیا نہ ہوتی اور جھیل کی سیر کے لئے مسافروں کی ٹولی یا کوئی محبت کرنے والا جوڑا آنکلتا تو کاکا شانوجہ کو بھی اپنے ساتھ بجرے میں بٹھا لیتا اور وہ کاکا کی گود میں بیٹھا اپنے ننھے ہاتھ اس طرح ہلاتا جیسے کاکا

نہیں تو وہ چپو چلا رہا ہے۔

چٹکی ہوئی چاندنی راتوں میں، جھیل کے شفاف پانی میں پیر لٹکائے ہوئے جب کوشلیا اکیلی بیٹھی چاند کا عکس پانی کی لہروں میں ٹوٹتا ہوا دیکھتی تو وہ بڑی گم سم سی رہتی۔ پیر ہلا کر جھیل میں ہلکورے پیدا کرتے کرتے وہ ایک دم بُت کی طرح خاموش ہو جاتی ــــ پانی آہستہ آہستہ تھم کر آئینہ بن جاتا اور وہ اپنا چہرہ چاند کے برابر جھیل کے دل میں اترتا ہوا دیکھ کر اداس ہو جاتی ــــ پھر یکایک پیر ہلا کر اس سارے منظر کو بڑی بے دردی سے وہ تہس نہس کر دیتی۔

بڈھا کاکا کچھ جان کر پھوس کے جھونپڑے سے نکل آتا اور کوشلیا کو آواز دیتا تو وہ پلّو سے آنسو خشک کر کے اٹھ کھڑی ہوتی اور اگر ایسے میں کوئی مسافر بھی کاکا کے ساتھ ہوتا تو کوشلیا اسی طرح ہنستی ہوئی کاکا کی جانب بڑھتی کہ مسافر کو پہلی نظر ہی میں اس پر پیار آجاتا۔

فیوزے لیک میس (FUZAY LAKE MESS) کا مالک ہنیس کوشلیا کے اس رویے سے قطعی نابلد ہے کہ چاندنی راتوں میں اس پر اداس رہنے کے دورے پڑتے ہیں۔ وہ تو صرف اتنا جانتا ہے کہ چاندنی راتوں میں کوئی مسافر بجرے میں سوار ہو کر جھیل کی سیر کو نکلتا اور اس کے ساتھ کوئی لڑکی یا عورت محبوبہ یا بیوی نہ ہوتی تو کوشلیا اس مسافر کے لئے پہلے محبوبہ بن جاتی پھر بیوی۔

بجرے سے اترے ہوئے دونوں مسافر فیوزے پہنچے تو ہنیس نے تھوڑا جھک کر

ان کا سواگت کیا۔ ان دونوں کو نہیں معلوم تھا کہ شرابیں یہاں ملتی ہیں۔ جب فیوزے میں انہوں نے قدم رکھا تو آنکھیں چکا چوند ہو گئیں ـــــ وہ تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ اپنے اپنے اٹیچی میں جتنی کچھ انہوں نے سنبھال رکھی ہے، برودلے ہاؤس کے کمرہ نمبر ۳ میں پہنچ کر، زیادہ سے زیادہ لان میں بیٹھ کر اسی سے لطف اٹھانا ہے لیکن یہاں تو فیوزے کی سج دھج ہی اور تھی۔ خوبصورت سی کرسیاں، چھوٹی چھوٹی میزیں ـــــ تار اور چکریوں سے ٹنگے ہوئے سرسراتے پردے کہ جب چاہیں کھینچ کر دنیا کی نظروں سے اس طرح چھپ جائیں جیسے اپنی روح کی نیم برہنگی سے چھپتے ہیں۔

ان میں سے ایک مسافر نے جو گنجا تھا اس مسافر کی طرف دیکھا جس کے سارے کے سارے بال تو تھے لیکن جو عمر سے پہلے شاید سفید ہو گئے تھے، حالانکہ ابھی اس کا خون سفید نہیں ہوا تھا۔ کم سے کم کو شلیا نے ایسا محسوس کیا کہ اس کا خون سفید نہیں ہوا ہے لیکن اس نے اپنے بال بھی لال کر رکھے تھے۔

دونوں مسافروں کو آنکھوں آنکھوں میں باتیں کرتا ہوا دیکھ کر فیوزے ہنین نے مزید خوش اخلاقی اور انکساری کا ثبوت دیا۔

"آپ شاید لیک (جھیل) سے آرہے ہیں؟" ـــــ اک ذرا گردن کو خم کر کے بڑی نرم مسکراہٹ سے ہنین نے پوچھا۔

"ہاں جی" ـــــ گنجے مسافر نے بتایا جو گنجا ہونے کے باوجود بڑا اسجل تھا۔

دوسرے نے پوچھا ــــ "آپ نے کیسے جان لیا"

ان پیلے گلابوں سے ــــ ہنیس نے مسکراہٹ میں وقار پیدا کرتے ہوئے ان کے ہاتھوں کی طرف اشارہ کیا۔ اور انھیں بتایا کہ پیلے گلاب سارے پارک اور گسٹ ہاؤس میں نہیں لگائے گئے ہیں ــــ یہ رنگ جھیل کے لئے مختص کر دیا گیا ہے ــــ کوئی مسافر جھیل سے لوٹتا ہے تو یہی پھول اس کے رومانس کی چغلی کھاتے ہیں۔

دونوں مسافر ذرا سا چونک کر مسکرائے۔

"وہ کیسے" ــــ ایک نے پوچھا

"وہ اس طرح کہ میں آپ کو یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ یہ پھول آپ کو کس نے دیے ہیں ــــ اور اس پھول کے لیے آپ نے صرف ایک آنہ دیا ہوگا لیکن اور بہت کچھ دے دینے کا ارمان دل میں لیے آئے ہوں گے ــــ آپ لوگ تو خیر سے اپنی محبوبہ یا بیوی کے ساتھ نہیں آئے ہیں ــــ میں نے دیکھا ہے کہ وہ لوگ بھی جو اپنی دل نواز بیویوں کے ساتھ ہوتے ہیں تو اپنے پیلے گلاب ان کی زلفوں میں سجا دیتے ہیں لیکن دوسری بار جب وہ آتے ہیں تو تنہا ہوتے ہیں۔ تاکہ اس پیلے گلاب کو جی بھر کر سونگھ سکیں۔

دونوں مسافروں نے اس طرح قہقہہ لگایا جیسے قہقہے کی نقل اتار رہے ہیں۔

"کیوں صاحب کو شیلا نے ہی یہ پھول دیے ہیں نا" ــــ ہنیس نے ذرا سا قریب

ہو کر اس طرح کہا کہ سامنے کھڑا ہوا بیرا سب کچھ سن کر بھی جیسے کچھ نہ سن سکا۔

لال بالوں والے مسافر نے کہا ــــ "بالکل ٹھیک کہتے ہیں آپ۔ ان کو تو کوشلیا نے ہی پھول دیا ہے اور مجھے شانو جہ نے۔"

"شانو جہ کا زمانہ آرہا ہے جناب۔"

ہنیسن نے بائیں آنکھ بند کر کے گنجے مسافر کی طرف دیکھا اور پھر دونوں نے فاتحانہ طور پر لال بالوں والے کی طرف اور سب ہی ہنس پڑے۔

خوش اخلاقی کے اس مظاہرے کے بعد ہنیسن نے مطلب کی بات کی۔

"فرمائیے" گردن کو خم کر کے حسب عادت اس نے پوچھا "کیا خدمت کروں ــــ وہسکی، رم، برانڈی، بیئر، جو آپ کہیں۔"

"اور اگر ہم پینے کے دوران میں کوشلیا سے باتیں کرنا چاہیں تو ــــ کیا وہ یہاں آسکتی ہے" ــــ

"بیشک بیشک ــــ کیوں نہیں آسکتی ــــ فیوزے پر آپ کا اتنا ہی حق ہے جتنا کہ کوشلیا پر لیکن آج ٹورسٹ زیادہ آئے ہیں ــــ مہینے کا پہلا اتوار ہونا ــــ اور کوشلیا ہی کی وہ شخصیت ہے جو اسٹیمر بوٹ کی طرف جانے والے مسافروں کو بھی بجرے کی طرف کھینچ لیتی ہے، بہر حال یہ اس کا اور آپ کا معاملہ ہے ــــ آپ بلا لائیں ــــ فیوزے میں کوشلیا ہو یا کسی کی دھرم پتنی سب یکساں ہیں۔"

ہنین پھر ایک بار اسی انداز سے جھکا ۔۔۔ اس نے کہا ۔۔۔ "فیوزے میں ہر عورت کی تعظیم کی جاتی ہے جناب۔"

دونوں مسافروں نے ڈنز اور دس سال پرانی نفری اکس رم کا آرڈر دیا اور کوشلیا کے لئے جھیل کی جانب روانہ ہوئے تو ہنین نے تعظیماً جھک کر کہا۔

"کوشلیا تو صرف گولڈن ایگل بیر پیتی ہے اور کبھی موڈ میں ہو تو آپ تھوڑی سی جن بھی اس میں ملا سکتے ہیں اور فیوزے میں آپ کو کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔"

کوئی آدھے گھنٹے بعد جب دونوں مسافر جھیل سے لوٹے تو کوشلیا اور شانوجہ دونوں ہی ان کے ساتھ تھے۔

لال بالوں والے مسافر نے مسکرا کر ہنین سے کہا۔

"بڑی مشکل سے آئی ہیں کوشلیا دیوی۔"

وہ تو میں جانتا تھا۔" ہنین نے کہا ۔۔۔ Lake at the Fairy = (جھیل کی پری) Fairy of the Lake = (جھیل کا باپ) بجرا چلاتا ہے کوشلیا بڑھے کاکا کے لئے اپنی مسکراہٹ پھینک کر ٹورسٹوں کو گھیر لیتی ہے ۔۔۔ میں تو حیران ہوں کہ وہ وقت سے پہلے کس طرح آسکیں ۔۔۔ جھیل کے چار چھ چکر کے لیے تو ابھی کچھ اور لوگ فراہم ہو سکتے تھے، اتنا وقت تو ابھی ہے اور آج لوگ بھی زیادہ ہیں ۔۔۔؟"

"ہم نے بجرے کی ٹرپس رکوا دی ہیں۔"

گنجے مسافر نے مسکرا کر انکشاف کیا۔

"یہ اچھا کیا آپ نے ــــ دس روپے تو وی پی جی کے بھینٹ کرنے پڑے ہوں گے ــــ لیکن بڈھا کا اس عمر میں مزید محنت کرنے سے تو بچ گیا ــــ چلئے اب آپ فراغت سے بیٹھ سکتے ہیں ــــ" گویا ہنین نے مسافروں کے اس خرچ کو صحیح قرار دیا اور دونوں مسافر ایک حد تک مطمئن سے نظر آئے۔

"تم جانتے ہو نا ہنین کہ میں نے انھیں ٹھگ نہیں لیا ہے" کوشلیا نے اپنے کئے کی مزید توضیح چاہی اور اپنی لمبی لمبی دونوں چوٹیوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر ننھے شانو جہ کے ہاتھ ان سے باندھنے لگی۔

"کاش کوئی مجھے اس طرح قید کرتا" لال بالوں والے نے کہا لیکن ہنین نے بولنا شروع کر دیا تھا اس لئے کوئی اور اس بات کو شاید نہ سن سکا سوائے کوشلیا کے جو مسکرا رہی تھی۔

"ہاں جناب ــــ ہنین نے ذرا سا جھک کر وکالت کی ــــ بجرے کے ٹرپس رکوانے کے لیے کوشلیا دیوی سے محبت کرنے والا ہر مرد یہی کرتا ہے ــــ آپ تو خوش قسمتی سے دو دو ہیں۔ Share (شیئر) ــــ کر لیا ہوگا ــــ"

دونوں ہنسے، کوشلیا بھی ہنسی، ہنین بھی ہنسی میں شامل ہو گیا یہاں تک کہ بیرا بھی۔

لیکن شانو جہ نے سب کو اپنی طرف متوجہ کر لیا ــــ وہ کوشلیا کا ہاتھ چھوڑ کر

اسٹیل کی فولڈنگ کرسی سے الجھ گیا تھا ـــــ اس نے کرسی بند کرنی چاہی جو اس سے پوری طرح بند نہ ہوئی ـــــ پھر کھولنی چاہی تو اپنی انگلی پھنسا بیٹھا لپک کر کوشلیا نے اس کی مصیبت دور کی لیکن وہ مچل گیا ـ اور سب کو اپنے سے ہمدردی کرتا ہوا دیکھ کر بسکٹ اور پیسٹری کی طرف اشارہ کرنے لگا ـــــ

" دیتے ہیں بابا سب دیتے ہیں" ـــــ ہنین، شانوجہ سے اس طرح مخاطب تھا جیسے دونوں مسافروں سے کچھ کہہ رہا ہو ـ

گنجے مسافر نے پہل کی.

"بے بی کے لئے بسکٹ پیسٹری اور چاکلیٹ" ـــــ اور سب کے سب میز کی طرف بڑھ گئے تو بیرے نے چکریوں پر گھومنے والا پردہ کھینچ دیا جو سر اسر جھول گیا۔

" اور بے بی کی ماں کے لئے جناب ـــــ؟" ہنین آگے بڑھ کر ذرا سا جھک گیا۔

"تم جانتے ہو ہنین" ـــــ کوشلیا نے یہ کہہ کر جیسے ہنین کو جتلا دیا کہ اب وہ بھی آرڈر دینے کی اہل ہو گئی ہے جس کے لئے ان مسافروں کی منظوری ضروری نہیں۔

"جانتا ہوں کوشلیا دیوی"

تم آج بار بار مجھے کوشلیا دیوی کیوں کہہ رہے ہو ـــــ؟ کوشلیا نے یوں ظاہر کیا جیسے وہ بُرا مان رہی ہے۔

"نہیں کہوں گا" ہینس جھک گیا۔

"کہہ بھی لو تو کیا ہے ——— کیا میں دیوی نہیں ہوں ——— اور جو نہیں ہوں تو بھی کیا بُرا ہے ——— لیکن تمہارے منہ سے یہ کچھ ٹھیک نہیں لگتا"

ہینس نے معافی مانگ لی۔

"جاؤ ——— کر دیتی ہوں معاف ——— اور وہ آگے بڑھ گئی"

فیوزے میں لوگ آہستہ آہستہ آنا شروع ہو گئے تھے ——— ایک انگریز نژاد مرد کے ساتھ ایک افریقن لڑکی تھی۔ دونوں کے رنگ روپ میں دن اور رات کا فرق تھا۔ لیکن انگریز مرد افریقن لڑکی کو اس طرح رجھا رہا تھا کہ بیرا آرڈر کی چیزیں لاتے وقت پردہ سرکا کر رک جاتا اور کھنکار کر انہیں موقع دیتا کہ انکے چسپاں ہونٹ الگ ہو جائیں۔

فیوزے کے دوسرے سارے لوگ از خود رفتگی کے اس عالم میں نہ تھے شاید اس لئے کہ فیوزے میں وہ ابھی آئے تھے اور پینا شروع کئے انھیں دیر نہیں ہوئی تھی۔

ایک سردار جی اپنی سردارنی کے ساتھ دنبے کا بُھنا ہوا گوشت کھا رہے تھے۔ سردار جی بہت ہی صحت مند اور دیدہ ور آدمی تھے لیکن سردارنی کا جسم لٹک گیا تھا اور وہ سردار جی کی بیوی ہونے کے باوجود ان کی بڑی بہن نظر آ رہی تھیں لیکن دو پیلے گلاب سردارنی نے اپنے بالوں میں سجا رکھے تھے جو یقیناً سردار جی نے اپنے ہاتھ سے ان کے بالوں میں ٹانک دیے ہوں گے۔

اور بھی ادہر ادہر کچھ لوگ تھے۔ ہال میں سرداری کے سوا کوئی عورت نہ تھی جو کھلے عام بیٹھی ہو ــــ افریقن لڑکی اور انگریز مرد نے پردہ کھینچ رکھا تھا۔ کوشلیا شانوجہ اور دونوں مسافر بھی پردے ہی میں تھے لوگوں کی نظریں البتہ اس پردے سے بار بار ٹکرا رہی تھیں جس کے پیچھے سے کوشلیا کی بے باک ہنسی سارے فیوزے میں گونج رہی تھی اور ہال کے لوگوں کے کانوں میں رس گھول رہی تھی۔

لال بالوں والے نے دوسرا گلاس ختم کرتے ہوئے شانوجہ کے منہ سے پیپڑی لینی چاہی ــــ لیکن وہ جھٹ سے منہ میں ڈال کر ہنس پڑا ــــ کوشلیا نے پیار سے شانوجہ کو دیکھا اور گنجے مسافر نے کوشلیا کا گلاس جس میں بیر کے ساتھ جن ملی ہوئی نہیں تھی اٹھا کر کوشلیا کے ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کہا ــــ "شانوجہ کی ہنسی اور تمہاری مامتا کے لئے۔"

کوشلیا نے گلاس اپنے ہاتھ سے تھام لیا اور غٹا گئی ــــ گنجے مسافر نے بھی اپنا گلاس ہونٹوں سے لگا لیا اور لال بالوں والے نے بھی اپنے خالی گلاس کا آخری قطرہ زبان پر ٹپکا لیا۔

"بناؤ جان ــــ لال بالوں والے نے کہا۔

کوشلیا نے دونوں گلاسوں میں رم ڈال دی ــــ دیکھو برابر ہے نا؟"

"ہاں جان" ــــ دونوں مسافروں میں سے کسی نے کہا ــــ اور کوشلیا نے بیر کی دوسری بوتل کے لئے بیرا کو پکارا

"اوہ ساری" ـــــ دونوں مسافروں نے معافی چاہی۔
بیرا آگیا تو گنجے مسافر نے کہا ـــــ "ایک بوتل بیر ـــــ اور کھانے کے لئے تم بولو جان؟"
"زبان ـــــ" ذرا مرچ زیادہ لگانا
"اور ہیم بہت ٹھنڈا" لال بالوں والے نے اضافہ کیا۔
"اور بیر ہیم سے بھی زیادہ ٹھنڈی" ـــــ کوشلیا نے کہا۔
"اور تلا ہوا گوشت اور ابلے ہوئے انڈے" ـــــ گنجے مسافر نے مزید کہا۔
بیرا جا چکا تو لال بالوں والوں نے کہا ـــــ
"ڈارلنگ تم بہت سوبر ہو ـــــ بیر پینے سے کیا خاک ہوگا" ۔
"بہت کچھ ہوتا ہے۔ تم چونکہ دور رہے ہو اس لئے میں تمہیں تمہاری سطح پر نظر نہیں آرہی ہوں"
"نہیں ڈارلنگ یہ سچ کہتے ہیں" گنجے نے اصرار کرتے ہوئے کہا "تم ہر گلاس کے ساتھ نصف پگ جن ملا لو"
"ہاں ملاؤں گی ـــــ کیا برا ہے ـــــ لیکن تم لوگ مجھے دھت کر کے مجھ سے کیا سلوک کرنا چاہتے ہو؟"
"ارے نہیں جان ـــــ یہ کیا کہہ رہی ہو تم ـــــ لال بالوں والے نے بڑے چاؤ سے کہا جس کو کوشلیا اب "ریڈش ڈیئر" کہہ کر مخاطب کرنے لگی تھی۔

شانو جہ بسکٹ آملیٹ اور پیسٹری ختم کر چکا تھا اور ابھی ابھی اس نے لمبی جماہی لی تھی۔ "نیند آ رہی ہے اس کو" ــــــ ریڈش ڈیر نے شانو جہ کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کوشلیا سے کہا۔

وہ شانو جہ سے مخاطب ہوئی ــــــ "جائے گا کاکا کے پاس؟ ــــــ جانا راجا بیٹا ــــــ میں جلد آؤں گی ــــــ ان دونوں کو جُل دے کر یوں بھاگ کر آؤں گی ــــــ" کوشلیا نے چٹکی بجا کر کہا" ــــــ اور اپنے راجہ بیٹا سے الگ سو رہوں گی۔"

بیرا نے ٹھنڈی بیر میں آدھا ایک جن ملا دیا ــــــ خالی پلیٹیں اٹھا کر بھری ہوئی میز پر سجا دیں۔

کوشلیا نے آدھا گلاس ٹماٹر دیا اور بیرا کو پکارا ــــــ ہال میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے تڑپ کر پردے پر نگاہ ڈالی جس کے پیچھے سے کوشلیا کی سریلی آواز آئی تھی۔ اور واقعی کوشلیا کی آواز اس کے جسم سے کچھ کم نہ تھی۔ کبھی کبھی کوشلیا کا سارا وجود ایک بنتا ہوا محسوس ہوتا تھا جو بروڈنے ہاؤس، فیوزے ریسٹورانٹ اور جھیل کے گوشے گوشے میں سنائی دیتی تھی۔

کوشلیا کی آواز پر اب کی بار سردار جی بری طرح چونکے تھے اور سردارنی اپنے بالوں میں پہلے گلابوں کو ٹھیک کر لیا تھا۔ اس پہ بھی اس سے رہا نہ گیا تو اس نے سردار جی سے کہا۔

"یہ آواز اسی لڑکی کی معلوم ہوتی ہے جس نے جھیل پر پھول دیے تھے اور تم نے پھول لینے کے بہانے اسے تاکا تھا ـــــ اور اس کا بچہ کتنا پیارا سا ہے ـــــ وہ تو شوہر والی کوئی شریف عورت ہو گی نا؟"

سردارنی نے ایک سانس میں اتنی باتیں کہہ دیں تو سردار جی سوچنے لگے کہ اب انھیں بھی تو کچھ کہنا ہے۔

انہوں نے کہا ـــــ

"واہا گرو واہا گرو ـــــ میں بھی تو اس بچے ہی کو دیکھ رہا تھا کیسر ـــــ اپنا بھی کوئی ننھا ہوتا ـــــ" اور سردار جی نے ٹھنڈی آہ بھری جو بریانی کے سامنے دھری ہوئی گرم پلیٹ سے ٹکرا کر گرم ہو گئی۔ لیکن سردارنی واقعی بجھ کر رہ گئی تھی۔

سردار جی پر جب بھی کوئی کڑا وقت آتا تو وہ سردارنی کی توجہ پھیرنے کے لئے اس کمزوری سے پورا فائدہ اٹھا لیتے کہ سردارنی بانجھ ہے ـــــ سردارنی کا لٹکا ہوا جسم کچھ اور ڈھیلا پڑ جاتا اور وہ جو کچھ سامنے دھرا ہوتا چپ چاپ کھا لیتی ـــــ سردار جی ایسے میں گنگنانے اور جوک باکس پر اپنا پسندیدہ گیت سننے میں مگن ہو جاتے ہیں

پردے کے پیچھے شانو جہ نے پھر جماہی لی۔ اب تو اس کی آنکھیں مندنے لگی تھیں۔

"جاؤ گے ماما میرا" ـــــ کوشلیا اس کو پچکارنے لگی۔

"نہیں جاؤں گا" ـــــ "تم نہ ہو گی تو ڈر لگے گا مجھے ـــــ" شانوجہ بضد تھا اور اپنے دونوں ہاتھ میز کی سطح پر رکھے ہاتھوں پر سر ٹکائے سونے کے لیے مناسب زاویے کے لئے کوشاں تھا۔

ریڈش ڈیر نے گال تھپتھپاتے ہوئے شانوجہ سے کہا "کل ہم بابا کو بہت سے چاکلیٹ دلائیں گے ـــــ چلو تمہیں کاکا کے پاس چھوڑ دیں۔"

شانوجہ بگڑا ـــــ "نہیں" ـــــ اس نے چیخ کر کہا۔

اور کوشلیا نے بھانپ لیا کہ اب زیادہ اصرار کرنے پر شانوجہ برہم ہو جائیگا۔ وہ جانتی تھی کہ شانوجہ کی برہمی کے کیا معنی ہوتے ہیں ـــــ وہ جب اڑھتی پنے پر آتا تو پھر کسی کی اس کے آگے نہ چلتی تھی ـــــ چنانچہ کوشلیا نے ریڈش ڈیر کو اشارہ کیا کہ وہ شانوجہ کو اس کے حال پر چھوڑ دے۔

کوشلیا کی آنکھوں میں بیر اور جن کا جس قدر نشہ تھا اس سے کہیں زیادہ شانوجہ نیند کے نشے میں چور تھا اور اسی لیے کوشلیا چاہتی تھی کہ اب شانوجہ اطمینان سے سو جائے۔

"ڈیر بالڈ ـــــ پی چکو نا ـــــ کوشلیا نے انگڑائی لے کر اپنے جوبن کی نمائش کرتے ہوئے کہا۔

"خصوصیات کا لحاظ رکھتے ہوئے نام عمدہ دیتی ہو ـــــ ریڈش ڈیر نے

کوشلیا کی تعریف کی اور اس کا ہاتھ چوما۔

"تمہیں کیوں نہ پیارے لال کہوں۔ یہ زیادہ اچھا رہے گا۔"

"خوب خوب ــــ نام بھی دیتی ہو ترجمہ بھی کر دیتی ہو۔"

"ارے ہاں۔" ڈیر بالڈ اپنی کرسی سے قریب قریب اچھل پڑا ــــ شانو جہ ہی سے قسمت کا فیصلہ کروا لیتے ہیں۔

"ہاں یاد رکھیں وہ اپنی ماں کا حسن کس کی جھولی میں ڈال دیتا ہے ــــ کاغذ چاہیے ــــ جھٹ لکھیں ــــ ورنہ وہ سو جائے گا ــــ قرعہ اندازی کا یہ نیک کام اسی کے ہاتھ سے ہو جانا چاہیے۔" پیارے لال کہہ رہا تھا اور اس کا چہرہ بالوں کی سرخی کا عکس معلوم ہو رہا تھا۔

"بیرا۔ بیرا۔ بیرا" ــــ ڈیر بالڈ نے مسلسل پکارا اور پیارے لال نے ساتھ ہی گھنٹی بجا دی۔

کاؤنٹر پر ہنین چونکا ــــ کیا بات ہو گئی آخر ــــ وہ یوں بھی چاہتا تھا کہ اس کیبن کا ایک آدھ چکر لگا آئے تاکہ کوشلیا سے کچھ چھیڑ چھاڑ بھی ہو اور اس کے ساتھی بھی خوش ہو جائیں کہ فیروزے کا مالک ان کی طرف اتنی توجہ کر رہا ہے ــــ چنانچہ وہ کیبن کی طرف چل پڑا۔

ہنین کو دیکھ کر کوشلیا نے کچھ برا سا منہ بنایا ــــ پیارے لال اور ڈیر بالڈ کو بھی اس وقت اس کا آنا کچھ ناگوار گزرا لیکن ہنین نے جھک کر بڑے ادب سے

کہا کہ مسلسل پکار اور گھنٹی کی آواز سے وہ خود چلا آیا ہے کہ کوئی بات انہیں ناگوار ہوئی تو اسے تو معلوم ہو سکے۔

"تھوڑا سا کاغذ بھجوا دیجئے" ڈیر بالڈ نے ہنین کو ٹالنے کے لئے کہا۔

"بہت اچھا ——— اور آپ کہیں تو ایک اور کرسی بھجوا دوں تاکہ دونوں کو ملا کر اس ننھے بیچارے کو سلا سکیں" ——— ہنین نے شانوجہ سے ہمدردی کی۔

کوشلیا کو ہنین کی اس ہمدردی میں اپنے لیے طنز اور تضحیک کا پہلو نظر آیا اور اس نے تنک کر کہا ——— میں اس کی ماں ہوں ہنین"۔

"ہاں میں جانتا ہوں لیکن اس واقعے کے بعد تو تمہیں شانوجہ کی بہت حفاظت کرنی چاہیے"۔

کوشلیا نے ہنین کو گھائل ہرنی کی طرح تڑپ کر دیکھا ——— "ہاں اس کا اچھا برا میں جانتی ہوں۔ شکریہ"۔

ہنین جان گیا تھا کہ کوشلیا پر بھرپور وار اس نے کیا ہے ——— اب مزید کچھ کہنے کی اس نے جرأت نہ کی۔ کیونکہ کوشلیا کا اگر موڈ خراب ہو جاتا تو وہ ایسے میں پہلے خاموش ہو جاتی ہے پھر رونے لگتی اور اچھی خاصی محفل اس طرح برباد ہو جاتی ہے۔ محفل کی اس طرح یکایک برخواستگی کے معنی یہ بھی تو ہوتے ہیں کہ کچھ اور رقم جو بک سکتا تھا وہ بکنے سے رہ جاتا چنانچہ وہ کاؤنٹر پہ لوٹ آیا۔

بیرا کاغذ لے آیا تو کوشلیا کچھ سنجیدہ ہو گئی تھی۔

پیارے لال نے کاغذ پر دو نام لکھے ـــــ انہیں برابر برابر پھاڑ کر موڑنے لگا۔

کوشلیا اپنی انگلیاں شانوجہ کے بالوں میں بڑے پیار سے کنگھی کی طرح پھیر رہی تھی ـــــ اس کی آنکھیں شانوجہ کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور وہ کیبن میں بیٹھی ہی بیٹھی کیبن سے باہر دور کہیں چلی گئی تھی۔

ڈیربالڈ نے جس پدرم نے اب اچھی طرح اتر جا لیا تھا کوشلیا کی کمر میں گدگدا کر اسے مخاطب کیا۔

پیارے لال پرچیاں ٹیبل پر ڈال کر شانوجہ کو بیدار کرنے کی کوشش میں تھا۔ اس کی آنکھیں بالکل مندھ گئی تھیں اور وہ آسانی سے بیدار نہ ہوتا تھا۔

"اس کو سو جانے دو ـــــ کوشلیا نے پیارے لال کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا ـــــ اس کو کیوں کانٹوں میں گھسیٹا جائے یہی کیا کم ہے کہ اس نے مجھ جیسی ماں سے جنم لیا ہے"

"تم سوبر ہو رہی ہو ـــــ ڈارلنگ" ـــــ ڈیربالڈ نے پھر اس کو گدگدایا۔

کوشلیا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھی جا سکتی تھی۔ بشرطیکہ اس کی آنکھوں سے نظریں پھیر لی جائیں۔

اور دونوں مسافروں نے صرف مسکراہٹ ہی دیکھی۔

"میں چن لیتی ہوں تم دونوں میں سے کسی کو" ـــــ کوشلیا نے انگڑائی کے بھنور میں مسکراہٹ کی کرنیں پھینک کر سب کچھ بھلا دیا اور اس طرح پھر اس محفل میں

لوٹ آئی جیسے فرض کی ادائگی کے خیال نے اس کی بانہہ پکڑ کر اس کو محفل میں دھکیل دیا ہو۔

ڈیر بالڈ اور پیارے لال اپنی اپنی نشستوں پر سیدھے ہو گئے۔

"جانم ــــ رحم کا طلب گار ہوں" ــــ ڈیر بالڈ نے جھک کر کوشلیا کے پیر چھو لئے۔

"یوں نہ کرو" ــــ اس نے اپنے پیر ہٹاتے ہوئے کہا ــــ "میں تمہارے حق میں ہی فیصلہ کئے دیتی ہوں"۔

"سچ مچ یوں نہ کر دینا" ــــ پیارے لال نے التجا کی۔ "ورنہ میں جھیل میں ڈوب مروں گا"۔

کوشلیا مسکرائی ــــ "کون کسی کے لئے جھیل میں ڈوبتا ہے بابا ــــ بالکل یہی بات چھ سات سال پہلے مجھ سے کسی نے کہی تھی ــــ پھر وہ آج تک نہیں لوٹا ــــ اور میں اکیلی جھیل میں ڈوب ڈوب کر ابھرنے کے لیے رہ گئی ہوں" یہ کہتے کہتے کوشلیا کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں لیکن وہ برابر مسکرائے جا رہی تھی۔

پیارے لال نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے ــــ "تم جذباتی ہو گئی ہو۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ مجھے ایسی کوئی بات نہیں کرنی چاہیے ــــ معاف کر دو ڈارلنگ"۔

کوشلیا نے مسکراہٹ کو قہقہے میں اس طرح بدل دیا ــــ جیسے

یہ سب کچھ اس کے بس میں ہے۔

"تم بے وجہ پریشان ہو رہے ہو" کوشلیا نے ایک ادائے دلبری سے کہا۔
"میرے آنسو اور میرے قہقہے توام بچوں کی طرح ہیں ـــــ دونوں اتنے ملتے ہیں کہ انھیں پہچاننا مشکل ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ میں قہقہے مار کر ہنستی ہوں تو رو رہی ہوتی ہوں اور جب آنسو چھپاتی ہوں تو گویا مسکراہٹ چھپاتی ہوں ـــــ اب بتاؤ ڈیر کیا تم میری ان باتوں کو مان لوگے؟ ـــــ تمہیں ایک اور بات بتاؤں۔"

ڈیر بالڈ نے خالی گلاس خود ہی بھر دیے۔

کوشلیا اب چہکنے کے موڈ میں آ گئی تھی ـــــ شانوجہ آرام سے سو رہا تھا۔ پیارے لال کوشلیا کی باتوں میں دلچسپی لے رہا تھا اور ایسا ظاہر کر رہا تھا کہ بہت متاثر ہے ـــــ ڈیر بالڈ کی بس یہی خواہش تھی کہ کوشلیا جلد از جلد قرعۂ فال اس کے نام نکال دے۔

چنانچہ بھرے ہوئے گلاس ہر ایک کے سامنے رکھتے ہوئے ڈیر بالڈ نے کہا۔
"جام اٹھاؤ ـــــ اس لمحے کے نام جو اب مقدر بننے والا ہے۔"

سب نے تھوڑی تھوڑی سپ کی۔

پیارے لال نے یاد دلایا کہ کوشلیا کچھ کہہ رہی تھی۔

لیکن ڈیر بالڈ اب کچھ اور سننے کے لیے تیار نہ تھا۔ وہ صاف صاف کہہ رہا تھا کہ کوشلیا پہلے قسمت کا فیصلہ کر دے پھر اطمینان سے باتیں کرتی رہے

"تو تیار ہو جاؤ" ـــــ کوشلیا نے بھرپور انگڑائی لے کر سیدھے ہوتے ہوئے کہا۔
دونوں مسافر جو اب کوشلیا کے گہرے دوست ہو گئے تھے ایک دم اس طرح اپنی اپنی نشستوں پر تن گئے جیسے اپنے بوجھل ذہن سے نشہ کی کیفیت کو زائل کر چکے ہوں۔

کوشلیا نے ایک ادائے دلبری سے ہاتھ بڑھایا اور ایک پرچہ اٹھا کر پلک جھپکنے میں کھول دیا۔

"ڈیر بالڈ ـــــ لو میں تمہاری ہو گئی ہوں"۔

ڈیر بالڈ اپنی کرسی پر سے اچھل پڑا ـــــ وہ کھڑا ہو گیا ـــــ پھر وہ کوشلیا پر جھکا ـــــ پھر کوشلیا نے اپنے ہونٹ ڈیر بالڈ کے ہونٹوں میں دے دیے۔

پیارے لال مسکراتا رہا ـــــ اس کی نظریں اس اثناء میں بار بار شانو جہ پر پڑتی رہیں اور شانو جہ بے خبر سوتا رہا۔

کوشلیا نے ایک دلبر مسکراہٹ کے ساتھ ڈیر بالڈ کو دونوں ہاتھوں سے کرسی پر ڈھکیلتے ہوئے کہا ـــــ "چلو اب بیٹھو بھی ـــــ بہت بے صبرے ہو"

پیارے لال سے کوشلیا اور ڈیر بالڈ نے SORRY کہہ کر معافی مانگ لی۔

"کوئی بات نہیں" ـــــ پیارے لال نے اس طرح کہا جیسے انتقاماً کہہ رہا ہو۔

کوشلیا نے چھیڑا ـــــ "تم تو جھیل میں ڈوبنے والے تھے نا ڈیر"۔

"لیکن تم اب کچھ گھنٹوں کے بعد میری بھی تو ہو جاؤ گی ـــــ جھیل میں ڈوب کر

ہمیشہ کے لئے تم سے محروم ہونا مجھے گوارا نہیں۔"
کوشلیا نے قہقہہ لگا کر ڈیر یالڈ سے مصافحہ کیا ——— اور تینوں ہنس پڑے۔
ہال میں اکثر نظریں اس پردے کی طرف اٹھیں جس کے پیچھے سے قہقہے کا چھناکا باہر تک آکر بکھر گیا تھا ——— لیکن سردارنی اپنی زلفوں میں گلاب کے پیلے پھول درست کرنے کے لئے اپنی نشست پر موجود نہ تھی اور نہ ہی سردارجی تڑپ کر اس طرف دیکھنے کے لیے وہاں موجود تھے۔
انگریز نژاد ٹورسٹ بھی اپنی افریقن محبوبہ کے ساتھ جا چکا تھا اور اس کے پارٹیشن کا پردہ سمٹ کر ایک گوشے میں اس طرح جھول رہا تھا جیسے ان کے رومانس کی کہانی اپنی سلوٹوں میں چھپائے ہوئے ہو۔
ہال میں لوگ کم رہ گئے تھے اور ان کے آخری جام ان کے ہونٹوں کے منتظر تھے۔
ہنیسن کو ذرا سی فرصت مل گئی تھی اور وہ کاؤنٹر سے لگی اونچی سے کرسی پر ایک ذرا ٹیک لگائے کمر سیدھی کر رہا تھا۔
پردے کے پیچھے ڈیر بالڈ سب سے زیادہ مضطرب تھا ——— وہ چاہتا تھا کہ جلد از جلد فیونے کو چھوڑ دے اور بردوے گیسٹ ہاؤس کے کمرہ نمبر ۳ میں اس کے بستر اور پیارے لال کے بستر کے درمیان وہ دبیز سا نیلا پردہ کھینچ کر تن جائے جو دیوار سے لگا کونے میں جھول رہا تھا۔
ڈیر بالڈ نے ایک تجویز رکھی ——— "تم چاہو تو آج رات بالکل دست بردار

ہو سکتے ہو۔ کل صبح میں چلا جاؤں گا۔ تم رک سکو تو رک جاؤ ــــــ آج کے سارے اخراجات میرے ذمّہ ہوں گے۔"

فیوزے کے بل میں بھی میں تم سے کچھ نہیں لوں گا" اس نے پیارے لال کے کندھے پر بڑی گرم جوشی سے ہاتھ رکھا جو اپنے لال بالوں کو اپنی سفید انگلیوں سے سلجھا رہا تھا ــــــ "کیا ہم دوست ہو کر ایک دوسرے کے لیے اتنا نہیں کر سکتے؟"

پیارے لال کچھ دیر سوچتا رہا ــــــ پھر اس نے بڑے وقار اور تمکنت سے کہا۔

"مجھے منظور ہے ــــــ ایک رات میں کسی عورت کا ایک سے زیادہ مردوں کے پاس رہنا مجھے کچھ اچھا نہیں لگتا ــــــ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہم بالکل جانور ہو گئے ہیں اور پھر تمہارا جھوٹا تمہاری ہی جھوٹی پلیٹ میں مجھے کچھ گوارا بھی نہیں ہے ــــــ جھوٹا تو ویسے تم بھی کھا رہے ہو، میں بھی کھاؤں گا لیکن یہ احساس تو نہ رہے گا کہ پلیٹ بھی جھوٹی ہے ــــــ رات کی تاریکی کے بعد دن کا اجالا عورت کو اتنا ستھرا کر دیتا ہے کہ وہ آنے والی رات کی سیاہی کو پھر اپنے دامن میں سمیٹنے کے لئے بڑی پرکشش اور خوبصورت بنا دیتی ہے ورنہ یوں لگتا ہے جیسے ہم دلدل میں چل رہے ہیں۔"

ڈیریا لڈ اتنا لمبا چوڑا لیکچر سننے کے لیے قطعی تیار نہ تھا۔ اس نے بڑی

گرم جوشی سے پیارے لال کا ہاتھ دبایا ——— "شکریہ میرے فلسفی دوست میں خوش ہوں ——— اور اس نے کھڑے ہو کر اپنے دوسرے ہاتھ سے بیئر کا گلاس اٹھایا اور جھک کر کوشلیا کے منہ سے لگا دیا ——— پھر سب ہی کھڑے ہو گئے۔

ڈیر بالڈ نے شانو جہ کو اٹھا کر اپنے کاندھوں پر سُلا لیا ——— کوشلیا اس کے ساتھ ایسی لگی لگی چل رہی تھی کہ دیکھنے والوں کو تینوں باپ، ماں اور بچہ نظر آتے تھے۔ کوشلیا کے چہرے پر اس وقت ایک ایسی خواہش اور تمنا کی پرچھائیں تھی جو حسرت بن گئی تھی لیکن پہچانی نہیں جاتی تھی ——— وہ ڈیر بالڈ سے کچھ اس ادا سے بات کر رہی تھی، جیسے بیوی اپنے میاں سے اس وقت بات کرتی ہو جب وہ ان کا بچہ اٹھائے چل رہا ہو اور دل ہی دل میں ماں کے لاڈ پیار پر برہم ہو جو اسے ساتھ ساتھ لیے پھرتی ہے گھر پر چھوڑ کر نہیں نکلتی۔

کاؤنٹر کے قریب پہنچے تو پیارے لال نے مسکرا کر کوشلیا کو چھیڑا۔

"آپ شاید میرے دوست کی مسز ہیں؟"

کوشلیا نے اس طنز کو بھانپ لیا۔

"اگر ہوتی تو شاید تم کو بڑا دکھ ہوتا۔"

"ہو تو سکتا تھا ——— اس لیے کل تم میرے ساتھ بھی اسی طرح قدم سے قدم ملا کر چلنے والی ہو۔"

"میں تو آج بھی چلنے کو تیار ہوں لیکن تم مجھے کتنی دور لے جا سکتے ہو ———

یہی نا فیونرے سے برودے تک اور اس کے بعد تم مردوں کے پیر ڈگمگا جاتے ہیں۔"

پیارے لال چاہتا تو مسکرا بھی سکتا تھا اس نے سنجیدگی کا لحاف اوڑھے رکھا۔

ہیٹن نے بل کی رقم لینے کے بعد جھک کر ڈیریالڈ اور کوشلیا کا شکریہ ادا کیا، اس نے یہ بھی کہا کہ کوشلیا کی رفاقت میں ڈیریالڈ کی رات یادگار بن جائیگی۔ جس کا وہ متمنی ہے۔

"گڈ نائٹ — گڈ نائٹ — جب وہ لوگ جدا ہوئے تو پیارے لال پہلے ہی باہر نکل چکا تھا —— وہ فیونرے کے احاطے سے گزر کر اس سڑک پر آگیا جو برودے کو جاتی تھی۔ رات نہ اتنی تاریک تھی، نہ اتنی اجلی —— سڑک کی روشنیوں سے ہٹنے پر بھی صورتیں بہ آسانی پہچانی جاتی تھیں —— ہواؤں میں خنکی تھی۔ تارے اس طرح آپس میں اشارے کر رہے تھے جیسے زمین کے خلاف کوئی سازش کر رہے ہوں لیکن زمین اپنی جگہ مطمئن تھی گویا تاروں کی بے بضاعتی کو جانتی ہو۔

پیارے لال سیدھی سڑک پر کھڑا وہاں تک دیکھ رہا تھا جہاں درختوں کے جھنڈ میں سڑک برودے کی طرف اس طرح مڑ گئی تھی جیسے چھپ کر جا رہی ہے۔ فیونرے کے احاطے میں پہنچ کر کوشلیا نے خنکی محسوس کی تو اس نے ڈیریالڈ سے

سے کہا — شانو کو کچھ اڑھالینا چاہیے لیکن یہاں ہو گیا؟ بہتر یہ ہے کہ تم اس کو مجھے دے دو۔ میں اپنا آنچل اڑھالوں گی۔

"میں اپنا کوٹ بھی تو اڑھا سکتا ہوں" —— اس نے شانوجہ کو کوشلیا کی گود میں دے کر اپنا کوٹ کی اندرونی جیب سے کچھ نوٹ اور کاغذ نکالے اور اپنی شرٹ کی جیب میں محفوظ کر کے کوٹ اتارنے لگا اور ساتھ ہی دوسری جیب کی زپ کو چھو کر اس نے دیکھا کہ زپ برابر ہے۔ کوشلیا نے شانوجہ کو پھر اس کی گود میں واپس دے کر کوٹ اڑھا دیا — پھر ایسی نظروں سے اسکو دیکھا جیسے پیار کر رہی ہو۔

"تمہارے کتنے بچے ہیں پیار —— ؟" کوشلیا نے اس طرح پوچھا کہ اس ایک جملے سے جیسے شانوجہ پر ڈیر بالڈ کی مہربانی کا اعتراف کر رہی ہو۔

"تم ہی بتاؤ کتنے ہو سکتے ہیں" —— ڈیر بالڈ نے کوشلیا کی کمر میں ہاتھ ڈالکر اس کو اپنے سے قریب تر کرتے ہوئے پوچھا۔

"بھلا میں یہ کیسے بتا سکتی ہوں۔ ہاں اتنا ضرور کہہ سکتی ہوں کہ تم یقیناً ایک اچھے شوہر ہو گے اور ایک اچھے باپ بھی —— "

"میں بھی کچھ ایسا ہی سمجھتا ہوں لیکن میری بیوی اور میری بچی کوئی دو سال سے مجھ سے جدا ہیں۔ میری آمدنی سے ان کی گزر بسر کے لیے ایک حصہ کٹ جاتا ہے —— میں اس کے علاوہ بھی انھیں کچھ بھیجتا ہوں —— بچی ہائی اسکول

میں پڑھتی ہے اور بیوی ایک خانگی کالج میں پڑھاتی ہے۔"

"اتنی پڑھی لکھی ہے تمہاری بیوی؟"

"پڑھا لکھا تو اس دنیا میں کوئی ہے ہی نہیں ــــ سب جاہل ہیں اور سب ایک دوسرے پر فوقیت جتاتے ہیں۔ تمہیں وہ یاد نہیں آتے؟"

"آتے ہیں ــــ بیتے ہوئے دنوں سے چمٹا ہوا رہ کر آدمی زیادہ سے زیادہ دن زندہ نہیں رہ سکتا سب کچھ بھول جانے میں عافیت ہے۔ ہم ہر یاد کا گلا گھونٹ کر تازہ دم ہو جاتے ہیں۔ اور زندگی کی دلہن سے بار بار بیاہ کرتے ہیں۔"

"لیکن کیا ایسا کر کے تم مطمئن ہو جاتے ہو؟"

"یقیناً ہو جاتا ہوں ــــ تم نے دیکھا نہیں میں ابھی ابھی، کچھ دیر پہلے مطمئن تھا ــــ فیوزے سے باہر نکلتے ہوئے میں نے سوچا تھا کہ باہر کی خنکی اور تمہارا ساتھ میرے نشے کو اوپر اٹھائیں گے لیکن تم نے بے وقت کی راگنی چھیڑ دی۔ اس سے اتنا تو ہو ہی گیا کہ میں نے تمہاری باتوں کا سنجیدگی سے جواب دے دیا۔ اور یہ سنجیدگی میرے نہ چاہنے کے باوجود تم نے مجھ پر مسلط کر دی۔ حالانکہ میں نے فیوزے میں اس بات کو کئی بار محسوس کیا تھا کہ تم بیٹھی بیٹھی کہیں کھو جاتی ہو ــــ پھر کسی معمولی بات پر اس طرح قہقہہ لگاتی ہو جیسے کھل کر ہنسنا تمہاری فطرت ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

اس کے باوجود میں نے تمہیں ماضی کے ریگستانوں میں بھٹکنے نہیں دیا ہے اور کھینچ کھینچ کر فیوزرے میں لے آیا ہوں ــــ اگر میں تم سے پوچھ بیٹھتا کہ شانوجہ کا باپ کہاں ہے اور اس کے بعد تم سے پھر کچھ نہ پوچھتا تو بھی تمہیں رات بھر رلانے کے لیے کافی تھا۔ میں نے تمہارے پیارے لال کو پہلے ہی سمجھا دیا تھا کہ وہ شانوجہ سے متعلق کوئی سوال نہ کرے ــــ اس لیے کہ کسی عورت سے اس کے بچے سے متعلق جبکہ اس کے شوہر سے ہم متعارف نہ ہوں کوئی بات نہیں کرنی چاہیے ــــ یہ شرافت کا تقاضہ بھی ہے اور اس عہد کے سچے عشق کا تقاضا بھی لیکن جب وہ جھیل پر تم سے پہلی بار ملا تھا اس وقت سے وہ جاننا چاہتا تھا کہ شانوجہ کا باپ کہاں ہے کون ہے ــــ اس نے تمہارے متعلق ہنیبن سے تھوڑا بہت سُن رکھا ہے۔ کہتا تھا تم انٹر پاس ہو۔ کالج کی زندگی سے ایک ہی جست میں تم نے "فیوزرے" اور "بروڈلے" کے فاصلے طے کیے ہیں ــ میں نے اس کو جھاڑ دیا تھا ــــ ڈر تھا کہ میری آج کی رات تمہارے جذبات کے ہاتھوں ماری نہ جائے۔ اس لیے کہ جب عورت روتی ہے تو اس کے آنسو مرد کی جنسی آگ پر پانی کا نہیں تیل کا کام کرتے ہیں۔ اور وہ آگ جو تیل ڈالنے سے بھڑک جاتی ہے جلد بجھ جاتی ہے اور مجھے تو اپنے لگائے ہوئے پیسے کی قیمت زیادہ سے زیادہ اس ایک رات ہی میں تم سے وصول کر لینی تھی۔"

"اب بھی کیا گیا ہے، وہ تو تم وصول کر سکتے ہو ـــــ" کوشلیا نے بُرا مانتے ہوئے وار کیا۔

"سگریٹ ہیں تمہارے پاس؟ ـــــ" پیارے لال نے ڈیر بالڈ سے پوچھا جو لوٹ کر فیوزے کے احاطے کی بیرونی دیوار سے لگا شاید پیشاب کر رہا تھا ـــــ جب وہ ڈیر بالڈ کی طرف بڑھا تو اس کو ڈیر بالڈ نے اپنی پتلون کا آخری بٹن لگاتے دیکھا ـــــ جب وہ قریب آگیا تو ڈیر بالڈ نے کوشلیا سے کہا کہ وہ اس کی پتلون کی جیب سے سگریٹ کیس نکال کر پیارے لال کو پیش کرے۔

کوشلیا نے اپنا ہاتھ اس کی پتلون کی جیب میں ڈالتے ہوئے لمحہ بھر کو کچھ اس طرح محسوس کیا جیسے وہ یقیناً ڈیر بالڈ کی خوبصورت بیوی ہے جس کو وہ بہت چاہتا ہے۔ اور شانوجہ ـــــ شانوجہ ـــــ کوشلیا کا جی چاہا کہ بھاگ کر کہیں چلی جائے ـــــ اور ڈیر بالڈ تعاقب کرنے لگے تو چیخ چیخ کر ساری دنیا کو بتلائے کہ وہ ڈیر بالڈ کو جانتی ہے نہ شانوجہ کو ـــــ شانوجہ میرا بچہ نہیں ہے ـــــ میں تو وہ عورت ہوں ـــــ وہ عورت ہوں جسے لوگ جھیل کی پری کہتے ہیں اور کوئی بھی ایک معقول معاوضے پہ مجھے اپنے ساتھ ـــــ اپنے ساتھ۔

"کہاں پہنچ گئی ہو ـــــ" ڈیر بالڈ نے اس کو گدگدایا ـــــ "دیکھتی نہیں ہو

پیارے لال سگریٹ کیس لوٹا رہا ہے۔"

وہ چونکی، سگریٹ کیس لے کر اس نے ڈیر بالڈ کی جیب میں اس طرح رکھ دیا کہ دیر ہونے پر جیسے اس کا ہاتھ جھلس جائے گا۔

پیارے لال نے فضا میں سگریٹ کے دھوئیں کے دائرے پھینکتے ہوئے ظاہر کیا کہ وہ کچھ بھی نہیں سوچ رہا ہے حالانکہ وہ ضرور کچھ سوچ رہا تھا ——— یکایک اس نے کہا ——— "میں سوچ رہا ہوں کیوں نہ رات ہی رات شہر لوٹ جاؤں، ایک ٹرک جانے والا ہے، ایک آدمی کی جگہ بھی ہے لیکن اس کو نکلنے تک ابھی دو گھنٹے ہیں۔ یہ دو گھنٹے جوں توں کر کے میں بروڈے میں کہیں گزار لوں گا۔"

"تمہیں یکایک یہ سب کچھ کیا سوجھا ہے" ——— ڈیر بالڈ نے پیارے لال کے کندھے پر اپنے مخصوص انداز میں ہاتھ دھرتے ہوئے پوچھا "کوشلیا کی رات بھر کی جدائی شاید تمہیں گوارہ نہیں۔ یا پھر میری رفاقت کھل رہی ہے گویا تم اچھے رقیب بننے کے اہل نہیں ہو۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے" ——— ڈیر بالڈ نے بڑی رکھائی سے کہا اور سگریٹ کا لمبا کش کھینچ کر دھواں ہوا میں پھینک دیا۔

"اچھا چلو آج رات کوشلیا میں تمہیں دے دیتا ہوں ——— اب کہو کیا کہتے ہو"

"نہیں جی یہ تو سراسر تم پر ظلم ہوگا۔" پیارے لال نے اس طرح کہا جیسے کہہ رہا ہو کہ ہاں یہ شرط مجھے قبول ہے۔

لیکن کوشلیا کے سینے میں ایک برچھی سی لگی ـــــ اس نے کلیجہ اس طرح تھام لیا جیسے سینے میں پیوست برچھی کو سنبھال رکھا ہو ـــــ کوندے سے اس کے ذہن میں لپک گئے ـــــ تم نے نشا توجہ کو اٹھا کر کس چاؤ سے اپنے کندھے پر سلا لیا ـــــ تم نے اپنا کوٹ اتار کر کس پیار سے اس کو اڑھا لیا ـــــ تم نے اپنی جیب سے سگریٹ کیس نکلوایا اور میں اپنے اطراف خوابوں کا ایک جال بن کر اس میں جا چھپی ـــــ ایک رات صرف ایک رات میں اس جال میں رہنا چاہتی تھی جو میں نے بُن لیا ہے ـــــ اور تم ـــــ تم مجھے پیارے لال کے پاس بطورِ تحفہ پیش کر رہے ہو ـــــ گویا تم مجھے خرید بھی سکتے ہو اور جب چاہو کسی اور کی گود میں پھینک بھی سکتے ہو ـــــ یہ حق تمہیں کس نے دیدیا ہے ـــــ کس نے دیدیا ہے۔ ذہن میں کوندوں کی لپک ختم ہوئی تو کوشلیا نے جیسے ہوش میں آکر ڈیر بالڈ کو دیکھا ـــــ اور وہ بم کی طرح پھٹ پڑی۔

"تم کون ہوتے ہو مجھے دوسروں کے پاس پیش کرنے والے۔ میں کوئی مٹی کا کھلونا نہیں ہوں۔ اپنی مرضی کی مالک ہوں، جس کے ساتھ چاہے سو سکتی ہوں جب ساتھ چاہے نہیں ـــــ تم کوئی پیشہ ور دلّال معلوم ہوتے ہو۔"

کوشلیا بڑھی ــــ اس نے شانوجہ کو ڈیر بالڈ کی گود سے چھین لینا چاہا. لیکن ڈیر بالڈ نے شانوجہ کو چمٹائے رکھا اور ایک لفظ کہے بغیر سڑک پر برودلے کی جانب چل پڑا۔

تینوں نے راستے میں کوئی بات نہیں کی ــــ برودلے گیسٹ ہاؤس کے قریب پہنچے تو کوشلیا نے محسوس کیا کہ ڈیر بالڈ ہانپ رہا ہے شانوجہ کو اٹھا کر اتنی چڑھائی چڑھنے میں وہ یقیناً تھک گیا ہوگا. کوشلیا نے اپنے اطراف پھر جال سا بننا شروع کر دیا ــــ اس کا جی چاہا کہ ڈیر بالڈ کا سر اپنے زانو پر رکھ کر اس کے گنجے سر کو سہلائے اور اس سے کہے کہ سو جاؤ کہ تم تھک گئے ہو۔

نیوزے سے برودلے گیسٹ ہاؤس کا راستہ طے کرتے وقت وہ ڈیر بالڈ اور پیارے لال سے ہٹ کر الگ الگ چلتی رہی ــــ یہاں تک کہ جب وہ درختوں کے اس جھنڈ کے قریب پہنچے تھے تو اسے رات زیادہ سیاہ اور مہیب نظر آ رہی تھی کیونکہ سڑک پر بجلی کے کھمبے کا بلب ٹوٹ گیا تھا اور اندھیرے بڑے گمبھیر ہو گئے تھے ــــ گھنے درختوں کے نیچے سڑک بالکل چھپ گئی تھی۔ اور اوپر نگاہ اٹھانے سے آسمان پر تاروں کی کھیتی بالکل نظر ہی نہ آتی تھی۔ رات کو جب کبھی کسی مسافر کے ساتھ کوشلیا اس راستے سے گزرتی تھی تو اپنے ساتھی کے بالکل قریب ہو جاتی خواہ

راستے کا بلب جل ہی کیوں نہ رہا ہوتا اور نہ موڑ ہی میں کیوں نہ ہوتے — ان درختوں میں اُس کو کھائی کی اس دوشیزہ کی روح اپنے محبوب کے انتظار میں بھٹکتی ہوئی محسوس ہوتی تھی جس کی کہانیاں خوفناک کھائی سے وابستہ رہیں اور برودے سے فیوزے تک جن کا چرچا ہے۔

ایک بوڑھا اپنی نئی نویلی دلہن کو سول میرج کر کے ہنی مُون کے لیے برودے ہاؤس لے آیا تھا۔ لڑکی اپنے میکے سے جتنا بن پڑا روپیہ اور زیور لے کر بھاگ آئی تھی۔ دس دن ساتھ رہنے کے بعد لڑکا زیور اور نقدی لے کر فرار ہو گیا۔ لڑکی کے پاس ہاتھ میں صرف ایک انگوٹھی تھی۔ انگوٹھی بیچ کر تین روز تک وہ اپنے محبوب کے انتظار میں گزر بسر کرتی رہی۔ کوئی کہتا ہے کہ پانچ دن اُس نے انتظار کیا — آنجہانی ٹھاکر بلرام سنگھ جو برودے کا صدر چوکیدار تھا کہتا تھا کہ وہ بڑی پُر اسرار لڑکی تھی۔ لڑکے کے چلے جانے کے بعد ٹھاکر اُس کو دن رات روتا ہوا دیکھ کر حیران رہتا تھا کہ آنکھیں اتنا جل، اتنا نیر کہاں سے لے آتی ہیں۔ اور جب یہ آنسو خشک ہوئے جب یہ نرمل جل سُوکھا، تو لڑکی نے جیون نباہنے کی شکتی کھو دی — شام کو بھری شام کو، اُس نے اُس کو کھائی میں چھلانگ لگاتے ہوئے دیکھا، اُس کھائی میں جس میں جھانک کر دیکھنا بھی کسی کے بس کی بات نہ تھی۔ اور پھر اُس نے کوئی آواز تک نہیں سُنی۔ یہ سب کچھ اُس کی نظروں کے سامنے اس قدر چُپ

چاپ ہو گیا کہ نہ کوئی چیخ اُبھری اور نہ شام کا جادو ٹوٹا۔ آنجہانی ٹھاکر
بلرام سنگھ کہتا تھا کہ "بیٹا کوشی" میں تو آج بھی اُس کی روح کو اُداس اُداس
بر آمدے کے احاطے میں گھومتا ہوا دیکھتا ہوں۔ درختوں کے اس جھنڈ میں سر
جھکائے کھڑا ہوا دیکھتا ہوں۔ کھائی میں جست لگاتا ہوا دیکھتا ہوں۔

اور کوشلیا کو محسوس ہوا تھا کہ درختوں کی جھنڈ سے کوئی اُس کی طرف بڑھ
رہا ہے لیکن اُس نے نہ تو ڈیر یالڈ کا ہاتھ تھاما نہ اُس کے قریب ہی گئی ____
پیارے لال تو خود ہی آگے آگے جا چکا تھا اور پھر اُس کی قربت کا تو کوئی سوال
ہی نہ تھا ____ اس وقتی اُداسی نے کوشلیا کو با ہمت بنا دیا تھا، اتنا باہمت کہ
وہ ڈیریالڈ سے کچھ اور زیادہ پیچھے رہ جاتی تب بھی شاید نہ ڈرتی۔

نیبوزے سے باہر نکلتے وقت کوشلیا نے دیکھا تھا کہ جھیل کے پیلے گلاب
ڈیریالڈ نے اپنی قمیص کی جیب میں رکھ لیے تھے جو اب یقیناً نوٹوں اور کاغذوں
کے نیچے دب کر مرجھا گئے ہوں گے۔

آج کی رات کے لیے جب ڈیریالڈ نے پیارے لال سے اُس کو جیتا تھا تو
اپنا گلاب بھی پیارے لال نے ڈیریالڈ کو یہ کہہ کر دے دیا تھا کہ اس کی پنکھڑیاں
نوچ کر بستر پر کوشلیا کے نیچے بچھا دینا ____ اور کوشلیا سوچ رہی تھی کہ ٹھاکر
بلرام سنگھ جب تک زندہ تھا بر آمدے کا یہ دستور بن گیا تھا کہ لوگ جھیل سے جو
پھول لے آتے وہ بر آمدے پہنچنے سے پہلے راستے میں اس خوفناک کھائی کی نذر

کر دینے گویا کھائی کی دوشیزہ کے لیے یہ پھول محبت کا تحفہ ہوتے اور اس کے بعد بلرام سنگھ مسافروں اور ٹورسٹوں کے جوڑوں سے کہا کرتا کہ آج رات اُن کے لیے مسرتوں اور شادمانیوں کی رات ہوگی ـــــ لیکن لوگ آہستہ آہستہ اب اس دستور کو بھولتے جا رہے تھے ـــــ آنے والے مسافروں کو کھائی کی دوشیزہ کی آنکھوں دیکھی کہانی سُنانے والا بلرام کٹھا کر جب سے سورگباشی ہوا تھا کھائی کی داستان لوگوں کے ذہن سے محو ہوتی جا رہی تھی۔ لیکن کوشلیا جب بھی کسی کے ساتھ ہوتی وہ اُس کو یہ کہانی ضرور سُناتی اور اُس کا ساتھی کھائی کی طرف پھول پھینک دیتا جو کبھی کھائی میں، کبھی قریب ہی آدپر گر جاتے ـــــ صبح کو اب بھی باسی پیلے گلاب کھائی کے دہانے پر دیکھے جاتے ہیں کبھی اُن کی تعداد بہت ہوتی تھی۔

کوشلیا کا جی چاہا کہ ڈیربالڈ روک کر کہہ دے کہ جیب سے پھول نکال کر سیدھے ہاتھ سے کھائی کی طرف جتنی قوت سے پھینک سکتے ہو پھینک دو ـــــ ورنہ آج کی رات ہم ایک دوسرے سے محبت نہیں کر سکیں گے، کوئی شے ہمارے درمیان حائل ہو جائے گی ـــــ لیکن اس نے ڈیربالڈ سے کچھ بھی نہ کہا حالانکہ آج تک جتنے مسافر آئے تھے ان کے تعلق سے کبھی بھی کوشلیا کے دل میں وہ جذبہ نہ اُبھرا تھا جو آج ڈیربالڈ نے اس کے اندر بیدار کر دیا تھا اور جس کا نہ وہ صحیح تجزیہ کر پاتی تھی نہ کوئی صحیح نام دے سکتی تھی۔

برآمدے کے سب ہی کمرے بھرے ہوئے تھے۔ بعضوں کے دروازے بند تھے اور روشنیاں مدھم تھیں جو کھڑکیوں اور روشن دانوں سے چھن رہی تھیں۔ ۔۔۔ ایک دو کمروں میں تیز روشنیاں اس بات کا ثبوت تھیں کہ ان میں لوگ یا تو تاش کھیل رہے ہیں یا پی رہے ہیں۔

پیارے لال پہلے ہی کمرہ نمبر ۳ پر پہنچ چکا تھا اور تالا کھول کر اندر بھی داخل ہو گیا تھا، باغ میں ادھر ادھر بکھرے ہوئے بجلی کے قمقموں کی روشنیاں چھوٹے بڑے درختوں کے گھنے اور کم گھنے سایوں سے مل جل کر گنگا جمنی کا سا دلکش سماں پیش کر رہی تھیں ۔۔۔ فضا میں پراسراریت سی چھائی ہوئی تھی۔

"شانو" کو کمرے میں سلا دو "کوش" ۔۔۔ ڈیر بالڈ نے پتھر کے لمبے اور ٹھنڈے صوفے کی پشت پر ہاتھ ٹیک کر کہا اور جب وہ شانو جہ کو اپنی گود میں لے چکی تو ڈیر بالڈ نے اپنا کوٹ اس کو پھر اڑھا دیا۔

"اس کی اندرونی جیب میں جس پر زپ لگی ہے بہت سے پیسے ہیں ذرا احتیاط کرنا ۔۔۔ ڈیر بالڈ نے کوشلیا سے کہا تو وہ جاتی جاتی رک گئی۔

"تم اپنے پیسے نکال کیوں نہیں لیتے"

"تم پاگل ہو گئی ہو ۔۔۔ زیادہ بکواس مجھے نہیں سننا ہے"

کوشلیا نے منٹ بھر ڈیر بالڈ کو گھور کر دیکھا ۔۔۔ اور سر جھکا کر شانو جہ

کو اٹھائے چپکے سے کمرے کی طرف چلی گئی۔

پیارے لال کمرے میں نہیں تھا ـــــــ وہ شاید لیوٹری میں ہوگا۔ کوشلیا کو اُس کی غیر موجودگی اچھی لگی ـــــــ وہ ہوتا تو یقیناً مجھے تنہا پا کر کچھ نہ کچھ بات کرتا ـــــــ اور میں کسی سے بات کرنے کے موڈ میں بالکل نہیں ہوں ـــــــ اس نے جھٹ سے شانو جہ کو پلنگ پر سلا دیا۔ پائنتی پڑا ہوا لحاف کھولکر اڑھا دیا اور کوٹ کندھے پر ڈالتے ہوئے اندرونی جیب کو احتیاط سے چھوکر اس نے دیکھ لیا کہ زپ برابر لگی ہوئی ہے۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتی باہر نکل گئی

ڈیر بالڈ ٹھنڈی پتھریلی بنچ کی پشت پر دونوں بازو پھیلائے ٹیک لگا کر بیٹھا ایک طرف کو گھور رہا تھا۔ اس کو خبر نہ ہوئی کہ کوشلیا اس کے اس قدر پاس آگئی ہے۔

"کوٹ پہن لو ـــــــ ٹھنڈی بنچ پر کب تک بیٹھے گے۔ اندر چلتے کیوں نہیں؟

ڈیر بالڈ چونک کر جیسے دور سے لوٹ آیا۔ مجھے تو گرمی لگ رہی ہے۔ تم پہن لو کوٹ۔ آؤ تمہیں پہنا دوں"

اس نے بیٹھے بیٹھے کوٹ کو شلیا سے لے کر کھول دیا ـــــــ کوشلیا نے بغیر کچھ کہے اس کی جانب پشت کر کے ہاتھ آستینوں میں ڈال دیئے۔

"ایک کام ـــــــ ڈیر بالڈ نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔" یہ چابیاں لے جاؤ۔ میرا سوٹ کیس کھول کر رم کا پائنٹ اس میں سے نکال لاؤ ـــــــ

دو گلاس بھی لیتی آنا۔ تم نے میرا سارا نشہ ہرن کر دیا ہے ـــــ آخر تم مجھے اپنا کیا سمجھنے لگی ہو ـــــ اور ہاں سنو۔ بلونت کو بھی بلا لانا اگر وہ آنا چاہے۔"

"تو ان کا نام بلونت ہے!"

"تم نے پیارے لال کی بجائے "ان" کہہ کر اشارہ کیا ہے ـــــ تم اس غریب سے بے وجہ خفا ہو۔"

"میں کسی سے خفا نہیں ہوں ـــــ میں کون ہوتی ہوں خفا ہونے والی"

"کچھ نہ ہو کر بھی تم خفا ہو جاتی ہو۔ یہی تو تمہارا کمال ہے۔"

"کچھ بھی ہو اب میں کمرے میں نہیں جاؤں گی ـــــ وہ یقیناً مجھے تنہا پا کر مجھ سے بات کرے گا اور میں کسی سے ہنسی مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"تو پھر وہ اس وقت کہاں تھا جب تم گئی تھیں۔"

"وہ نہیں تھا۔ غالباً بیوٹی پارلر میں ہو گا۔"

"مسافروں اور ٹورسٹوں کا دل بہلانا جب تمہارا پیشہ ہے تو تمہیں اس قدر زود رنج نہیں ہونا چاہیئے۔"

"یہ میرا اپنا معاملہ ہے ـــــ ویسے میں اتنی زود رنج بھی نہیں ہوں لیکن میں کسی کی پاؤں کی جوتی بھی تو نہیں ہوں ـــــ اور پھر تم کیا مجھے اس لیے لے آئے ہو کہ میں تمہارا سوٹ کیس کھولوں، تمہارے لئے رم اور گلاس لاؤں۔ تمہیں پلاؤں۔ تمہارے پیسوں کی حفاظت کروں۔"

"یہ کام بہر حال نہ اتنا دقت طلب ہے نہ ہی اس میں تمہاری کوئی توہین ہوتی ہے ــــ کیا برا ہے اگر تمہاری رات کا بڑا حصّہ ایسے ہی کاموں میں گزر جائے۔"

"کیوں بھلا ــــ تم مجھ پر کبھی اس قدر ترس کھاتے ہو۔ کبھی مجھے سرے سے عورت ہی نہیں سمجھتے تمہیں تو اس رقم کا حساب چکانا تھا نا جو تم نے بے دریغ لگائی ہے۔"

"وہ تو میں چکا ہی لوں گا ــــ اپنا اپنا طور طریق ہے۔ اپنا اپنا انداز ــــ تم سے تمہارا سراپا لئے بغیر، تمہارا جسم حاصل کیئے بغیر بھی تو میں کچھ پا سکتا ہوں۔"

"کیا خاک پا سکتے ہو، میری تو سمجھ میں کچھ نہیں آتا" ــــ اور کوشلیا نے بظاہر بیزاری سے لمبی جماہی لی۔

"پیو گی نا ــــ"

"ہاں پی لوں گی"

"تو پھر میں خود لے آتا ہوں ــــ اور ڈیربالڈ اٹھ کر کمرے کی طرف چلا گیا۔

کوشلیا پتھر کی بنچ پر اس طرح بیٹھ گئی جیسے اسی بنچ کا ایک حصّہ ہو۔

ڈیربالڈ جب واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں رم کے پائنٹ کے ساتھ صرف ایک گلاس تھا اور اس نے دوسرا کوٹ پہن رکھا تھا۔

"دوسرا گلاس مجھے نہیں مل رہا ہے۔ تم اس کوٹ میں پیاری لگ رہی ہو۔ ہم دونوں اسی گلاس میں پی لیں گے۔ شانوجہ سو رہا ہے اور بلونت نے بھی اپنے بستر پر لمبی تان لی ہے۔

ایک سانس میں اس نے یہ بے ربط جملے کہہ دیے تو کوشلیا ہنس پڑی۔

"بہت اکھڑی اکھڑی باتیں کر رہے ہو۔"

"ایسی اوٹ پٹانگ بھی تو نہیں ——— سارے جملوں میں بس وہی ایک جملہ فٹ نہیں ہوتا ہے جو تمہارے حسن کی تعریف میں کہا گیا ہے۔ تم شاید یہ چاہتی تھیں کہ میں پانچوں بار یہی جملہ بولتا رہتا ——— تم اس کوٹ میں پیاری لگ رہی ہو ——— تم اس کوٹ میں بہت پیاری لگ رہی ہو ——— تم اس کوٹ میں یقیناً بہت پیاری لگ رہی ہو ——— تم اس کوٹ میں" ———

"تم کیا مجھ سے کوئی فیصلہ کن لڑائی لڑنے کی ٹھان چکے ہو ———" کوشلیا نے جھلا کر کہا۔

ڈیر بالڈ ہنس پڑا ——— کوشلیا کے ہونٹوں پر جھکتے ہوئے اس نے کہا۔

"غصے میں تمہارا حسن بہت تیکھا ہو جاتا ہے۔"

جب وہ سیدھا ہوا تو کوشلیا نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔

"آؤ میرے پاس بیٹھ جاؤ۔"

ڈیر بالڈ اس سے بالکل لگ کر بیٹھ گیا —— اور گلاس میں رم ڈالنے لگا۔
"سوڈا نہیں ملایا؟" کوشلیا نے پوچھا
"سوڈا نہیں ہے جس قدر گنجائش تھی بوتل میں پانی بھر دیا ہے ——
تم ہلکا سا گھونٹ لو یہ ابھی تلخ ہو گی۔ مجھے معاف کر دو کہ یہاں اس وقت تمہاری پسند کی بیر نہیں پیش کر سکتا۔"
کوئی بات نہیں اس وقت تو میں تمہارے ہاتھ سے زہر بھی پی سکتی ہوں"۔
"تم جانتی ہو کہ تم کیا کہہ رہی ہو؟" ——
"اچھی طرح جانتی ہوں"
"تم نے کسی مسافر سے ایسی بات نہیں کی ہو گی"۔
"قطعی نہیں کی ہے —— میرا جسم سب کا سہی۔ میرا دل سب کا نہیں ہو سکتا۔"
"تو یہ دل اب میرا ہو گیا ہے"
"یہ میں نے کب کہا"۔
پھر تم زہر میرے ہی ہاتھ سے کیوں پیو —— ہینسن کے ہاتھ سے کیوں نہ پیو۔ اپنے پیارے لال کے ہاتھ سے کیوں نہ پیو —— اس بیرا کے ہاتھ سے کیوں نہ پیو جو تمہیں اس طرح دیکھتا ہے کہ تم اس کی پہنچ سے باہر ہو۔"
"لاؤ —— مجھے پریشان مت کرو ——" کوشلیا نے اس کا ہاتھ اپنے

گرفت میں لے لیا جس میں ڈیر بالڈ گلاس تھامے ہوئے تھا ـــــ ڈیر بالڈ نے اس کے ہونٹوں سے گلاس لگا دیا تو کوشلیا نے دو تین بڑے بڑے گھونٹ لے لیے اور ڈیر بالڈ نے گلاس اس کے ہونٹوں سے ہٹا لیا ورنہ شاید وہ سارے کا سارا خالی کر دیتی۔

"تلخ ہے نا" ـــــ ڈیر بالڈ نے پوچھا۔

"ہاں بہت تلخ ہے ـــ لیکن تم سے کم ـــــ اثر بہت اچھا ہے۔ تمہارے اثر کی طرح۔"

ڈیر بالڈ مسکرا کر اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔

"بہت زیادہ گہری ہیں ـــــ اس جھیل سے زیادہ حسین میں تم بجرہ لے کر ڈولتی رہتی ہو۔"

"ابھی تو تم جھانک رہے ہو ـــــ ڈوب کر دیکھو گے تب پتہ چلے گا تمہیں۔"

"ایک بار ڈوب جاؤں گا تو پھر ابھر سکوں گا؟"

"یہ تم جانو ـــــ میں صرف گہرائی سے آگاہ کیے دیتی ہوں۔"

"تو کیا تم ہر مسافر کو اس کی گہرائی سے آگاہ کیا کرتی ہو؟"

"بالکل نہیں ـــ کوئی جھانک کر دیکھنے کی بھی تو زحمت نہیں کرتا۔ بھلا اُس کو کیا خاک گہرائی سے ڈراتیں گی ـــ وہ تو تم اپنی جان کی بازی لگا رہے ہو سو تمھیں واقف کرا دیا ـــ" اور وہ بھرپور انگڑائی لے کر ہنس پڑی۔

ڈیر بالڈ نے گلاس خالی کر دیا تو وہ کہنے لگی ــــــ "لاؤ ــــ مجھے اور دو ــــــ اس کا حلق سے اُترنا ہی مشکل ہے اور جب اُتر جاتی ہے تو آدمی کے پر لگ جاتے ہیں۔"

"اور جب عورت کے پر لگ جاتے ہیں تو؟"

"عورت بہت خطرناک ہو جاتی ہے ــــ یہی کہنا چاہتے تھے نا۔"

"وہ تو تم خود کہہ رہی ہو۔"

"اپنے دل کی بات دوسرے کی زبان سے سُن کر تمھیں تسلّی ہوئی ہو گی۔ ہے نا ــــ لاؤ مجھے اور تھوڑی سی پلاؤ ــــ تنگ نہ کرو۔"

ڈیر بالڈ نے اُس کو اپنے بہت قریب کھینچ کر کہا ــــــ "دھیرج سے ــــ آہستہ آہستہ اس ظالم کے ساتھ چلو ــــ اتنی بگٹٹ جاؤ گی تو اس خوبصورت سے جسم کا کیا ہو گا ــــــ تم کل ہی سے بیئر چھوڑ کر رم کی ہو رہی ہو ــــ بہت جلد باز ہو ــــــ پتہ نہیں اسی جلد بازی میں تم نے کتنوں کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔"

کوشلیا ڈیر بالڈ کے سینے پر سر تقریباً رکھ چکی تھی ــــــ اس نے سر ہٹانا چاہا تو ڈیر بالڈ نے اُسے اپنے دونوں ہاتھوں سے تھام کر سینے سے لگا لیا۔

اُس نے بالڈ کی گردن میں باہیں ڈال کر اپنی طرف جھکایا ــــــ "تم یقین کرو میں نے کسی کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ ہر مسافر کے ساتھ قدم قدم ضرور چلتی ہوں ــــــ کوئی جی دار ہوتا ہے تو اُس کے ساتھ سو پچاس قدم چل لیتی ہوں لیکن

پھر ہوتا وہی ہے، جو میرا اور مجھ جیسی عورتوں کا مقدر ہے ــــ گھنے سائے پل
بھر میں سمٹ جاتے ہیں۔ چنار کی کرنیں دھوپ پھینکتی ہیں، پھر آگ پھینکتی ہیں اور
سب کچھ پل بھر میں جھلس جاتا ہے۔ نہ ہی جھیل، نہ ہی قادر آف نہ ہی لیک، نہ ہی
بجرہ، نہ ہی میں اور وہی شانو جو رہ جاتے ہیں۔ پھر میں ہر آنے والے کو پیلا
گلاب دیا کرتی ہوں۔"

"تمھارے خیال میں تم میرے ساتھ کتنی دور تک آئی ہو؟"

"میں نے تمھارے ساتھ ابھی تک قدم بھی نہیں اٹھایا ہے۔ دوری کا کیا
سوال ــــ تم اپنے تعلق سے اس قدر رجائی ہوتے ہوئے بھی گنجے ہو۔"

"گنجا ہو کر صرف جی ہی نہیں رہا ہوں بلکہ تم سے عشق لڑا رہا ہوں ــــ اور
یہ رجائیت ہی ہے، جو بال جانے کے باوجود آنکھ مارنے سے نہیں چوکتی ــــ
ورنہ تم جیسی لڑکیاں جھنجھنا بنا کر بجاتیں اور ہوا میں پھینک کر بھول جاتی ہیں"

کوشلیا ہنس پڑی ــــ اس نے اپنا چہرہ ہیرالڈ کے کوٹ کے اندر
چھپا لیا اور اپنی ناک سے اس کے سینے اور پیٹ کے درمیان گدگدانے لگی۔

ہیرالڈ نے موقع کو غنیمت جان کر شراب گلاس میں انڈیلی ــــ لیکن
آواز سن کر کوشلیا نے کوٹ کے اندر سے چہرہ نکالا۔

"چور کہیں کے ــــ مجھے جل دیتے ہو؟"

"چور نہیں ہوں ــــ چاہنے والا ہوں ــــ تم پی رہی ہو، جو پیٹ

ہو جاؤ گی میں کہاں لاش کی طرح اُٹھائے اُٹھائے پھروں گا۔"

"پھینک دینا کہیں۔"

"یہی تو ممکن نہیں ہے ـــــ ورنہ کیا بات تھی ـــــ پھینک جاتا۔"

"اچھا تھوڑی سی پلا دو" ـــــ اور دونوں ہاتھوں سے گلاس مضبوطی سے پکڑ کر کوشلیا نے ڈیربالڈ کے ہاتھ اپنی طرف کھینچے جن کی گرفت گلاس پر پہلے ہی سے مضبوط تھی اور بہت کوشش کر کے اُس نے دو تین گھونٹ لے لیے۔

"تم سچ کس وقت بولتی ہو؟" ـــــ ڈیربالڈ نے بچی ہوئی شراب پی کر اُس سے پوچھا۔

"اُس وقت جب مرد جھوٹ بولتے ہیں۔"

"اور جب مرد سچ بولتے ہیں؟"

"میں خاموش رہتی ہوں۔ سچائی کی تلاش میں دُور دور تک بھٹکتی ہوں اور مایوس لوٹ آتی ہوں۔"

"میں پوچھ سکتا ہوں ـــــ شانوجہ کے باپ کے ساتھ تم کتنی دُور چل چکی ہو"

"میں آج بھی اُس کے ساتھ چل رہی ہوں ـــــ سوتے جاگتے کئی کئی بار اُس کے ساتھ ہو جاتی ہوں ـــــ پھر جھنجھوڑ کر خود کو بیدار کرتی ہوں ـــ اور بھاگ آتی ہوں اور تم مرد میری اس مجبوری سے فائدہ اُٹھاتے ہو ـــــ تم لوگ جان جاتے ہو کہ مجھ میں جو عورت چھپی ہوئی ہے وہ ابھی پوری طرح بیسوا نہیں

بن سکتی ہے۔ میں خوابوں میں جیتی ہوں تو مجھے سکون بھی ملتا ہے اور جب یہ خواب ٹوٹتے ہیں میں تلملا کر تڑپ کر بھی رہ جاتی ہوں، مگر اُف تک نہیں کر سکتی ــــ کسی کو کیا بتلا سکوں گی کہ خواب ٹوٹ گیا ہے ــــ بھلا کون سمجھے گا اور کسی کو کیا پڑی ہے کہ سمجھے بھی۔"

"تمھارا کوئی خواب ابھی ابھی ٹوٹا ہے؟"

"ہاں ــــ وہی خواب جو تم نے دکھایا تھا ــــ شانو جہ کو گود میں لے کر ــــ اُسے اپنا کوٹ اُڑھا کر ــــ اپنی جیب سے سگریٹ کیس نکلوا کر ــــ پھر تم نے اس دنیا کو منٹ بھر میں برباد کر دیا جس کو میں نے عورت، بیوی اور ماں کے سارے جذبوں کا گارا نے کر بنایا تھا اور آپ ہی آپ بسانے لگی تھی ــــ لیکن تم یا تو بہت پیارے ہو یا منجھے ہوئے کھلاڑی ہو ــــ بر ندے کی چڑھائی چڑھتے ہوئے تم ہانپنے لگے۔ شانو جہ کو اس کے باوجود احتیاط سے چمٹائے رکھا ــــ اپنا کوٹ اُس کو برابر اُڑھاتے رہے۔ پھر تم نے مجھ سے کہا۔ جیب میں بہت سے پیسے ہیں۔ احتیاط کرنا ــــ مجھے اس طرح ڈانٹا جیسے چوم رہے ہو ــــ اس طرح اپنا کوٹ مجھے پہنایا جیسے اپنا آپا نچھاور کر رہے ہو ــــ اور میں نے پھر خوابوں کی دنیا تعمیر کر لی ہے ــــ خوابوں کی اس دنیا میں بھی محبت جھوٹ کے منھ پر تھوک دینے کی حسرت لیے بیٹھی ہے لیکن جھوٹ اتنا خوبصورت ہے، اتنا حسین کہ پہچانا نہیں جاتا۔"

"تم پہچان کر بھی کیا کرو گی؟"

"مجھے کچھ کرنا نہیں ہے ـــــ لیکن شانوجہ کو زندگی میں بہت کچھ کرنا ہے۔ میں چاہتی ہوں اُس کی خاطر ـــــ میرے شانوجہ کی خاطر کوئی میرا ہاتھ پکڑے اور میں اُس کے ساتھ شانو کو لے کر اس ماحول سے بہت دُور نکل جاؤں ـــ اس زندگی سے بہت دُور نکل جاؤں، اتنا دُور کہ شانو بڑا ہو جائے تو یہ بات کبھی اُسے معلوم نہ ہو کہ اُس کی ماں نے جو کچھ دولت اُس کی تعلیم و تربیت کے لیے جمع کی ہے وہ اس طرح جمع کی گئی ہے جس طرح میں کرتی رہی ہوں۔"

"میرے ساتھ چل سکو گی؟"

"مجھ سے نہیں اپنے آپ سے پوچھو ـــــ اپنے دل سے پوچھو کہ وہ مجھے کتنی دُور لے جا سکے گا۔"

"اور اگر میں تم سے کہہ دوں کہ تم سچائی سے بچنے کے لیے جھوٹ کا سہارا لیتی رہی ہو۔"

"کہہ سکتے ہو ـــــ یقیناً اس راستے پر میں اپنی مرضی سے چل پڑی تھی ـــ لیکن اب پاؤں شل ہو گئے ہیں ــــ"

"سوال یہ نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ تم نے یہ راستہ چنا ہی کیوں؟"

"چُنا نہیں ہے ـــــ شانوجہ کا باپ مجھے ان راستوں پر بھٹکتا ہوا چھوڑ گیا ہے۔ بکھرے زلا کا کا جانتا ہے، جھیل جانتی ہے۔ چاندنی راتیں جانتی ہیں، وہ بجرہ

جانتا ہے، جس بجرے میں شانو جہ کا دل ایک ماں کی کوکھ میں پہلی بار دھڑکا تھا۔"
"ہینسن بھی جانتا ہوگا۔"

"ہینسن کچھ نہیں جانتا، اُس کا تیوزے بھی نہیں، بروز لے بھی نہیں — ہاں ایک اور چیز جو آج نہیں تو کل جان لے گی اور وہ ہے وہی خوفناک کھائی جس میں گلاب پھینک دینے کے لیے میں تم سے التجا بھی نہ کرسکی — لیکن اُٹھو ڈیر، اب چلو بھی میرے ساتھ۔ ہم اس بلندی ہی سے اپنے گلاب کھائی میں پھینک دیتے ہیں۔"

"کیا ہوگا اس سے؟"

"کچھ نہیں ہوگا — لیکن آدمی کو جھوٹی تسلّی بھی کہاں ملتی ہے — یہ بھی کیا کم ہے کہ تم کھائی میں گلاب پھینکنے کے لیے راضی تو ہو گئے — تم نے میرے لیے اتنا تو کیا۔ تم سرابوں کے قائل نہیں ہو — زندگی لق ودق ہو تو سراب ہی سب کچھ ہو جاتے ہیں۔

"لیکن بلونت کا پھول میں کھائی میں نہیں پھینکوں گا — اُس نے کہا تھا کہ پنکھڑیاں نوچ کر تمھارے نیچے بچھا دوں۔"

"وہ تم کرلینا — بیچارے پیارے لال کی حسرتیں بھی پوری ہو جائیں۔"

"لیکن میں اپنے اندر بلونت کے پھول میں تمیز کیسے کرسکوں گا — ہوسکتا ہے کہ میں بلونت کا پھول کھائی میں پھینک دوں اور اپنا پھول نوچ کر تمھارے

نیچے بچھا دوں۔"

پھینکتے وقت ہم دونوں جس پھول کو چھو لیں گے ہمارا پھول وہی ہو گا۔ اس کے بعد مجھ میں یہ احساس مکمل ہو جائے گا کہ میں رات بھر کے لیے تمہاری محبوبہ ہوں، بیوی ہوں۔"

ڈیریالڈ قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"پگلی کہیں کی ——" اس نے پیار سے کوشل کے گال کو چوم کر کہا۔

"پگلی نہ ہوتی تو اس زندگی سے نباہ کرنا کوئی آسان کام تھا۔"

"تم عورتیں خود اس راستے پر چلتی ہو —— اشاروں سے مردوں کو نچاتی ہو —— ہر وہ چیز حاصل کرتی ہو جو تمھاری مرضی ہے، تمھاری خواہش ہے یا پھر تمہاری ضرورت ہے اور پھر خود کو مظلوم بنا کر ہم مردوں کے سامنے پیش کرتی ہو کہ ہم اپنے ظلم کا تماشہ دیکھیں اور تہمت اپنے سر اوڑھ لیں۔"

"تم اس طرح دل شکنی پر کیوں اُتر آئے ہو —— آخر تم چاہتے کیا ہو؟" کوشلیا نے بگڑ کر سیدھے بیٹھتے ہوئے کہا۔

ڈیریالڈ نے اُس کو کھینچ کر سینے سے لگا لیا —— "تمھیں خفا کرنا چاہتا ہوں۔ غصے میں تمہارا ابھرا ہوا حُسن دیکھنا چاہتا ہوں اور اسی عالم میں تمہیں چومنا چاہتا ہوں —— جی چاہتا ہے کہ تم کوئی ایسی ناقابلِ تسخیر چیز بن جاؤ جسے حاصل کرنے کے لیے مجھے طاقت کا مظاہرہ کرنا پڑے —— ہوشیاری

اور مکاری دکھانی پڑے ـــــ اُس وقت جب تم غیظ و غضب کے عالم میں اپنے نازک ہاتھوں سے میرا گریبان پکڑ کر اُس کی دھجیاں کرنا چاہو، میں تمہارے کپڑے اُتارنے کی کوشش کروں۔"

"یہ کیسی خواہش ہے؟"

"پتہ نہیں ـــــ میں خود نہیں جانتا کہ یہ کیسی خواہش ہے۔ یہ شاید کسی ایسے مرد کی خواہش ہے جو پیسے کے بل بوتے پر تمہیں اور تمہاری بہنوں کو حاصل کرتا رہا ہے ـــــ وہ چیز جو حاصل ہوتی رہے پھر اُس میں رہ ہی کیا جاتا ہے۔"

"تم بیک وقت کتنے نرم اور کتنے سخت ہو۔"

"میری بیوی بھی یہی کہتی ہے ـــــ لیکن تمہارے قبیل کی عورتیں مجھے ظالم سمجھتی ہیں اور دوسروں کی بیویاں مجھے نیک اور نرم۔"

یکایک وہ اُچھل کر ڈیرالڈ کی آغوش سے جُدا ہوئی اور تڑپ کر اُٹھ کھڑی ہوئی، وحشیانہ آنکھوں سے اُس نے ڈیرالڈ کو دیکھا اور قریب قریب چلا کر کہا۔

"سُنو ـــــ سُنو، وہ شانوجہ کی آواز ہے۔ یقیناً یہ میرا شانوجہ ہے ـــــ میں نے اُس کی یہ آواز پہلے بھی سُنی ہے۔" اور وہ ایک لمحہ انتظار کیے بغیر دیوانہ وار کمرے کی طرف بھاگنے لگی۔ اُس کے پیر اُس کے ڈھلکے ہوئے

ں اُلجھ گئے ــــــ اُس کی لمبی لمبی ناگنوں کی طرح لہراتی زلفیں بل
رکھیلتی رہیں۔ پھر کچھ سنبھل کر وہ اور بھی تیز دوڑنے لگی۔
ر بالڈ حیران تھا۔
حہ بھر کو اُس نے سوچا کوشلیا کوئی نیم پاگل لڑکی تو نہیں ہے اور
عیبدت میں تو نہیں گرفتار ہو رہا ہے ؟
یکن لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا بلکہ قریب قریب دوڑتا ہوا جب وہ کوشلیا
ب پہنچا تو وہ اپنے کمرے کے دروازے پر، جو اندر سے بند تھا ٹکرا رہی
پہلے اُس نے دروازہ خوب پیٹا پھر اُس بائیں اور سیدھے بازو پر
جھ کے کر خود کو دروازے سے ٹکرایا ــــ چٹخنی کسی خرابی کی وجہ سے
د کھُل گئی ــــ دروازے کے پٹ اُس وقت آواز دے کر کھُلے جب
ری قوت سے دروازے سے ٹکرائی تھی ــــ کوشلیا کمرے میں

۔

شا نوجہ کا نیکر بھی نیچے پڑا ہوا تھا اور وہ پیارے لال کے بستر پر ننگا پڑا
رہا تھا۔
کوشلیا کی آنکھوں میں زمانے بھر کی وحشت جیسے پناہ لینے کے لیے چلی
ہیں۔ اُس کی آنکھیں گھائل ہرنی کی طرح وحشیانہ تھیں ــــ اُس نے پھیلی
آنکھوں سے بلونت کو دیکھا جو جلدی جلدی پتلون پہن رہا تھا ــــ وہ جست

لگا کر اُٹھی اور بلونت پر جھپٹی۔ اُس نے تابڑ توڑ دو چار مکّے اور تھپّڑ بھی اُسے جڑ دیئے۔

ڈیر بالڈ نے بیچ بچاؤ کیا ـــــ وہ کوشلیا کو اپنی باہوں میں کس لیتا اور وہ پھر بپھر کر نکل جاتی ـــــ آخر ش ڈیر بالڈ نے بلونت کو کمرے کے باہر ڈھکیل دیا اور دروازہ بند کر کے کوشلیا کے کپڑے اُتارنے کی کوشش کرنے لگا جس سے کوشلیا غصّہ کے عالم میں بے خبر تھی۔

افواہیں گرم تھیں کہ شانوجہ برہن بستی ہی کے کسی گھر میں چھپا ہوا ہے۔ نیوز ہینسن کے ملازم یعنی فیوزے کے اُس بیرے نے جو کوشلیا کو حسرت سے آج بھی تکا کرتا ہے یہ بتلایا کہ خانوں کی ٹولی کے اسّی سالہ صدر کے چالیس سالہ سب سے چھوٹے بیٹے نے شانوجہ کو رکھ لیا ہے جس کا شہر میں گنڈہ داری کا دھندا ہے۔ کوشلیا کی ہمدردی اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے فیوزے کا یہ بیرا ہینسن سے دو روز کی چھٹی لے کر برہن بستی کو جا رہا تھا ـــــ اُس نے ہینسن کو چھٹی لینے کی وجہ بھی نہیں بتلائی تھی۔ لمبی مدّت کے لیے چھٹی لے کر وہ بیوی بچوں میں کچھ ہی دن پہلے ہو آیا تھا اس لیے اُمید نہ تھی کہ ہینسن بغیر تنخواہ وضع کیے مزید دو روز کی اُس کو چھوڑ دے گا، اُس نے اچھی خاصی اداکاری کی ـــــ اُس نے شہر سے

ـا نے کا انتظام کر لیا۔ تار آیا تو وہ فیروزے ہی میں کاؤنٹر پر ہینسن کے سامنے
ـا ہینسن ہی نے تار وصول کیا اور اُس کی طرف بڑھایا تو بہت فکر مند
ـس نے کہا کہ آپ ہی پڑھ دیجئے ــــ لکھا تھا۔
" ماں مر گئی ہے ــــ فوراً چلے آؤ۔"
ہینسن نے کچھ سوچ کر کہا۔
" تمہاری ماں کی حالت بہت خراب ہے۔ بچنے کی اُمید کم ہے تھیں
ہے۔"
صمصام دین جو فیروزے کے گاہکوں کے لیے صرف بیرا تھا اور ہینسن کے
ـسن، کچھ دیر سکتے کے عالم میں کھڑا رہا پھر دو آنسو اُس کے گالوں تک
۔ پھر اُن کے پیچھے اور آنسو ڈھلک آنے میں کامیاب ہوئے اور پھر وہ
ـہ رونے لگا۔ گاہکوں میں سے ایک نے جو قریب ہی کی میز پر بیٹھا ٹوتھ
سے دانتوں میں پھنسا ہوا گوشت نکال رہا تھا ہاتھ کے اشارے سے ہینسن
ـرا کے رونے کی وجہ پوچھی۔
" تسیم سن کی ماں مر گئی ہے بچاری۔"
صمصام دین چونکا ــــ " مر گئی ہے؟ ــــ سچ بتاؤ زندہ ہے یا مر گئی؟
ابھی تو آپ نے بتایا تھا کہ اُس کی حالت بہت خراب ہے ــــ تار میں
ـا ہے؟ ــــ کیا لکھا ہے تار میں ــــ! اور صمصام دین اسی جگہ

پھوٹ کر رونے لگا۔

"صبر کرو سیمسن، صبر کرو — اور جاؤ پہلی بس پکڑ لو۔"

مینن نے اُس کے کندھے کو دبا کر کہا اور کاؤنٹر کی دراز کھول کر دس دس کے دو نوٹ نکال کر اُس کے ہاتھ پر رکھ دیئے — کہنے لگا۔

"رکھ لو — کام آئیں گے — میں ہر ماہ تنخواہ میں سے کچھ کاٹ لیا کروں گا۔"

"شکریہ سر —" صمصام دین نے اپنی آنکھوں کی چمک کو چھپاتے ہوئے کہا جو دو دو نوٹ دیکھ کر بھٹکے ہوئے جگنو کی طرح اُس کی آنکھوں میں چلی آئی تھی — اُس نے بے دلی سے نوٹ پتلون کی نچلی جیب میں رکھ لیے۔

جب وہ جھیل کے کنارے، پھوس کے جھونپڑے میں کوشلیا سے ملنے کو آیا تھا تو اُس کو دور سے آتا ہوا دیکھ کر ہی اُس کے استقبال کے لیے کوشلیا باہر نکل آئی تھی۔

صمصام دین بہت ہمدرد آدمی ہے — کوشلیا ادھر کچھ دنوں سے سوچ رہی تھی اور وہ میرا بہت خیال رکھتا ہے بلکہ دل ہی دل میں مجھے چاہتا ہے — غریب ہے اور خالی جیب لے کر چونکہ مجھ تک پہنچ نہیں سکتا، میرے دکھ درد میں حصّہ بٹاتا ہے تاکہ محبت اور ہمدردی دے کر مجھے اپنی طرف ملتفت کر سکے اور میں اُس کی اس کمزوری اور ناداری سے پوری طرح لطف اُٹھا رہی ہوں۔

اُس نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور جھونپڑے سے باہر نکل آئی۔ صمصام زین قریب پہنچ گیا تو وہ مسکرانے لگی اور یہ بھول گئی کہ اس نے ابھی ابھی ٹھنڈی آہ بھری تھی۔

"چھٹی مل گئی صمصام؟" کوشلیا نے بڑے پیار سے پوچھا۔

"ہاں مل گئی ہے" ـــ صمصام نے جو کچھ دیر پہلے فیوزے ہاؤز کے کاؤنٹر پر کھڑا سسکیاں لے رہا تھا، بچوں کی طرح خوش ہو کر کہا۔

"بھلا مینسن کیسے راضی ہو گیا صم؟"

صمصام زین کوشلیا کی چھاتیوں کو تک رہا تھا جو کُرتے اور محرم میں چھپی ہوئی تھیں لیکن جن پر آنچل پڑا ہوا نہ تھا۔

اپنے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر کوشلیا نے شریر نظروں سے صمصام زین کو دیکھا ـــ صمصام زین ہوش میں آیا اور شرما کر نظریں جھکا لیں تو کوشلیا نے پھر پوچھا ـــ

"بھلا مینسن کیسے راضی ہو گیا صم؟"

صم، صم، صم ـــ اس مختصر نام میں کتنی دلکشی ہے۔ کوشلیا نے پہلے بھی صم ہی کہا تھا لیکن صمصام زین نہ جانے کیا دیکھ رہا تھا جواب کوشلیا کے دونوں ہاتھوں کی صلیب کے نیچے چھپی ہوئی تھیں اور اس چاہت سے پکارے جانے کی طرف توجہ ہی نہ دی تھی۔ اب اُس کو کوشلیا کی زبان سے صم بہت پیارا

لگا ـــــ اُس کا جی چاہا کہ وہ بھی اُس کو پکارے ـــ کوشی ـــ جیسے بہت سارے گاہک فیروزے میں اُس کے ساتھ پی کر اُس کو پکارتے رہے ہیں اور صمصام دین کھڑا پلٹ پلٹ کر ہمیشہ دیکھتا رہا ہے کہ روپیہ کوشلیا کو منٹ بھر میں کس طرح کوشی بنا کر رکھ دیتا ہے۔

"تم کہاں ہو ـــ سو رہے ہو یا جاگ رہے ہو؟"

صمصام دین اس طرح چونکا جیسے بڑی رات کو فیروزے میں اُونگھتے وقت گاہکوں کی گھنٹی کے تسلسل پر چونک پڑتا ہے ـــ اور وہ بچوں کی طرح باچھیں کھول کر ہنسنے لگا۔

"کچھ بتاؤ بھی صم"

صم، صم، صم ـــ اس صَم نے تو صمصام دین کو کہیں کا نہ رکھا تھا۔ لیکن اب کی بار اُس نے اپنے اوپر قابو رکھا۔

"میں نے شہر کے ایک دوست کو چٹھی لکھی تھی کہ وہ تار کے ذریعہ میری ماں کے مرنے کی اطلاع دے، سو اُس نے دے دی۔"

"ہائے اللہ ـــ ماں سُنے گی تو کیا کہے گی صم"

پھر صم ـــ

صمصام دین کوشلیا کو اس طرح تکنے لگا جیسے بچہ دکان میں دھرے ہوئے کھلونے کو تکتا ہے۔

"ماں تو اسی وقت مر گئی تھی جب میں پیدا ہوا تھا" ـــــ صمصام دین نے انکشاف کیا۔ پھر میں ماں کو کئی بار جلا کر مارتا رہا ہوں ـــــ اسکول میں بھی میں نے کئی بار اُس کو مار دیا تھا لیکن وہ میری مدد کرنے کو پھر زندہ ہو گئی تو آج مار دیا۔"

کوشلیا کو یوں لگا جیسے سب بچے ماؤں کو اسی طرح مارتے ہیں اور شانوجہ تو اُس کو تڑپا تڑپا کر مارنے کے در پے ہے۔

"خرچ کے لیے یہ رکھو" ـــــ بند مٹھی صمصام دین کی طرف بڑھاتے ہوئے کوشلیا نے کہا تھا۔

"میرے شانوجہ کو کسی طرح لے کر آؤ صمصام۔ میں تمہارا احسان نہیں بھولوں گی!"

لیکن صمصام دین نے اپنا ہاتھ بڑھا کر کوشلیا کا ہاتھ روک دیا اور کہا ـــــ

"پیسے میرے پاس ہیں اور میں یہ سب کچھ پیسوں کے لیے نہیں کر رہا ہوں ـــــ!"

"میں جانتی ہوں ـــــ سب کچھ جانتی ہوں۔"

صمصام دین کی آنکھوں کی پُتلیاں پھیل گئیں ـــــ "تم جانتی ہو تم سب کچھ جانتی ہو ـــــ کیا جانتی ہو تم؟ ـــــ اور وہ شانوجہ کی

تلاش میں برہمن بستی کے لیے روانہ ہو گیا۔ تب بھی ہر ہر قدم پر اُس کے کانوں میں کڑی کھیر رہا تھا۔

"میں جانتی ہوں صم۔"

اور دو روز کے بعد آج جب وہ واپس آیا تھا تو اُس نے بڑے ہی رازدارانہ طور پر کوشلیا کو بتلایا تھا کہ شانوجہ کو اسّی سالہ خاتون کے صدر کے چالیس سالہ بیٹے نے رکھ لیا ہے اور شانوجراب زنانے کپڑے پہنتا ہے' ساری باندھتا ہے اور چوڑیاں بھی اُس نے پہن رکھی ہیں۔ وہ لپ اسٹک بھی لگاتا ہے ــــ یہاں تک کہ ــــ یہاں تک کہ ــــ سینے پر کچھ اُبھار سا پیدا کر کے اُس نے ــــ اُس نے پستان بھی بنا لیے ہیں۔"

آخری جملہ جلدی سے کہہ چکا تو صمصام زین پسینہ پسینہ ہو رہا تھا ــــ ایک تو کوشلیا کا قرب ــــ اتنا قرب کہ وہ اُس سے بہت آہستہ آہستہ باتیں کر رہا تھا، اتنا آہستہ کہ سوائے کوشلیا کے کوئی نہیں سُن سکتا تھا اور پھر باتیں بھی ایسی کہ ــــ لیکن صمصام زین نے جب کوشلیا کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا تو وہ سر جھکائے بیٹھی تھی اور اُس کی آنکھوں سے جھڑی لگی ہوئی تھی۔

صمصام بھی خاموش رہا اور دیر تک زمین پر اُنگلی سے آڑی ترچھی لکیریں کھینچتا رہا۔

کوشلیا نے جب خود کو کچھ سنبھالا تو اُس نے صمصام سے دریافت کیا کہ

آیا وہ شانوجہ سے مل سکا ہے۔

صمصام نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا کہ شانوجہ سے ملنا بہت مشکل ہے ___ گھر پر جو نوکر چاکر ہیں اُن میں سے بہت سوں کو ابھی اس کا علم بھی نہیں ہے کہ شانوجہ کوئی لڑکا ہے۔ وہ تو صرف اس حد تک جانتے ہیں کہ خان ایک پٹھیا اُٹھا لایا ہے جو اس کے چند روز کے لیے تفریحاً یہاں آئی ہے اور پھر شہر چلی جائے گی ___ اور وہ کوئی بھی ہو، بہر حال ان کی مالکن ہے اور سب کے سب اس نئی مالکن کے اشارے پر دوڑتے تھے۔

کچھ رُک کر وہ پھر کہنے لگا ___ "میں صرف ایک بار شانوجہ کو دیکھنے میں کامیاب ہو سکا ہوں۔ اُس نے مجھ کو دیکھا نہیں اور میں دیکھ کر بھی اُس کو پہچان نہ سکا ___ پہرے دار نے مجھ کو چھپا لیا تھا کیونکہ رات ہوٹل میں بہت سا پیسہ میں نے اُس پر خرچ کیا تھا ___ اُس نے مجھ سے صرف اتنا کہا کہ یہی وہ لڑکی ہے جو آج کل مالک کی منظورِ نظر ہے ___ اشاروں سے اُٹھاتی اور بٹھاتی ہے اور مالک اُس کو خوش کر کے بہت خوش ہوتا ہے۔ ___ چھوٹا خان، سرخ و سفید تحیم شحیم آدمی ہے ___ شانوں تک بال ہیں جو بہت سلیقے سے کٹے ہوئے ہیں ___ شانوجہ اُس کے پہلو میں بہت قریب ہو کر موٹر میں بیٹھ گیا تھا اور وہ بڑی محبت سے اُس سے کچھ پوچھ رہا تھا ___ وہ بہت ہی خوبصورت نظر آ رہا تھا ___ میں نے اُس کو

پھر دیکھنے کی کوشش کی کہ پہچان سکوں۔ ایک جھپک بھر اُس وقت دیکھی جب موٹر روانہ ہوا لیکن میں اُسے پہچان نہ سکا ـــــ اُس کے پاس وہ سب کچھ تھا جو ایک نوجوان لڑکی کی پہچان ہے ـــــ لیکن اس کے باوجود مجھے یقین ہے کہ وہ شانوجہ ہے اس لیے کہ میرا دوست مجھے غلط اطلاع نہیں دے سکتا۔

اس قضیہ کو پولیس کے حوالے کرنے میں کوشلیا کو پس و پیش تھا۔ وہ جانتی تھی کہ پھر یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہ رہے گی اور دنیا جان لے گی کہ شانوجہ اس حد تک خراب ہو چکا ہے۔ ہینس تو طعنوں اور کچوکوں سے میرا کلیجہ چھلنی کر دے گا۔ پہلے ہی شانوجہ نے کون سی کسر اُٹھا رکھی ہے جو اب دوسرے لوگ پوری کریں ـــــ وہ سسک سسک کر رہ جاتی اور شام ہوتے ہوتے اُس کی اُداسیاں ہی اُس کے چہرے کا غازہ بن جاتیں اور جھیل پر بجرے میں سیر کرنے والوں کی پذیرائی کے لیے تیار ہونے سے وہ گریز کرتی اس کے باوجود بھی کر کا کا اصرار کرتا رہتا۔

شانوجہ سے اُس کو جُدا ہوئے چھ دن ہو چکے تھے ـــــ وہ اس کو دیکھنے کے لیے ترس رہی تھی۔ تنہا بیٹھے بیٹھے بسا اوقات اُس نے شانوجہ کے خلاف بھی سوچا تھا۔ کئی بار اُس نے ارادہ بھی کیا تھا کہ وہ شانوجہ سے اب بالکل بے تعلق ہو جائے گی ـــــ ایسی اولاد کی زندگی اور موت میں کیا

ہے ـــــ وہ خود چلا آئے بھی تو وہ ملے گی بھی نہیں ـــــ اچھی اولاد
دں سے ہوتی ہے۔ شانوجہ کیسی بھرپور جوانی نکال رہا تھا ـ مردوں
ح اُس کے اطوار خراب بھی ہوتے تو وہ سہہ لیتی لیکن شانوجہ نے تو
۔نہیں کا نہ رکھا تھا۔ اس کے باوجود وہ ابھی نا امید نہیں ہوئی تھی
ئی تھی کہ شانوجہ عمر کی ایک منزل میں پہنچ کر سنبھل جائے گا ـــ جب
رٹ پھاٹ کر جوان ہو گا تو وہ اُس کے چوڑے چکلے سینے پر سر رکھ کر بلک
ر روئے گی ـــــ "تم میرے بڑھاپے کا سہارا ہو شانو، تم میرے سفید بالوں
ر رہو ـــــ لیکن شانوجہ تو ساری پہنتا ہے ـــــ لپ اسٹک لگاتا ہے۔
ں کلائیوں میں چوڑیاں چھن چھناتی ہیں ـــــ اُس کا سینہ جس پر سر رکھ کر
ے کی حسرت ہے اُس پر شانوجہ نے مصنوعی گولیاں سجا رکھی ہیں ـــــ اب
سر کہاں لے جاؤں جو میرے دوش پر بار ہو گیا ہے ـــــ بھگوان جو کچھ میں
تا ہے سب جھوٹ ہو ـــــ یہ سب غلط ہو"۔

اُس نے مری ہوئی آواز میں کہا ـــــ

"وہ شانوجہ ہوتا تو تم ضرور پہچان لیتے صم۔ ـــــ وہ میرا شانوجہ نہیں
نہیں ہو گا وہ میرا شانوجہ۔"

"میں اُس کا پتہ لگاؤں گا کوشش۔"

بجرے والے بوڑھے کاکا نے کوشلیا کے سر پر ہاتھ پھیر کر اُسے تسلی دی۔

—— تم رو رو کر ہلکان نہ ہوتا —— تم نے شانو جہ کے لیے کیا کچھ نہیں کیا —— وہ ابھی نادان ہے۔ صبح کا بھولا شام کو گھر لوٹ آئے تو بھی غنیمت جانو اور وہ لوٹ آئے گا مجھے یقین ہے۔ مجھے وشواس ہے کوشی —— جھیل پر تڑ رولتے ہوئے بجرے کی قسم میں اُسے لے آؤں گا۔"

صمصام بیٹا اس راز کو اپنے سینے میں چھپا رکھنا۔"

صمصام نے بیوقوفوں کی طرح کاکا کے چہرے کو تکتے ہوئے سر ہلایا۔ کوشلیا نے آنچل سے آنکھیں خشک کر کے نظریں اُٹھائیں تو جھیل کے سینے پر تڑ رولتے ہوئے کنول اُس کو اپنے ہی آنسو سے دمکتے نظر آئے۔

آج شانو کے لیے روتے ہوئے جانے اپنے آنسوؤں کی نسبت اپنا پاکیزہ تصور اُس کے ذہن میں کس طرح اُبھر سکا ورنہ اُس نے کبھی بھی اپنے آنسوؤں کو اہمیت نہیں دی تھی۔

ماں تیرے آنسو دلدل میں گرتے ہیں تو بھی کنول بن جاتے ہیں ——
اُس نے خود ہی سوچا۔

کوشلیا چاہتی ہے کہ وہ افواہیں جو شانوجہ کی نسبت جھیل، نیوز سے اور برڈ دلے گیسٹ ہاؤس کے مثلث میں پھیلی ہوئی ہیں وہ سب کی سب غلط ثابت ہوں۔ نیوز ک بینس کو وہ ان افواہوں کے پھیلانے کا ذمہ دار گردانتی تھی —— وہ یہ بھی جانتی تھی کہ شانوجہ کی تباہی اور بربادی کی

داستانیں ہینسن نمک مرچ لگا کر جانے پہچانے لوگوں میں بیان کرتا ہے۔ وہ اُنھیں یقین دلاتا ہے کہ صرف کوشلیا کی وجہ سے شانوجہ ان راستوں پر چل پڑا ہے جو لڑکوں کو کسی طرح بھی زیب نہیں دیتے ـــــ وہ کہتا ہے کہ کل شانوجہ کوشلیا کی آمدنی میں اضافے کا باعث بن جائے گا اور آج جو باتیں ڈھکے چھپے ہو رہی ہیں کل کھُلے بندوں ہوں گی۔ لونڈے کے کمانے کے یہی دن ہیں اور لونڈا ہے بھی ظالم ـــــ ہینسن نے یہ تک کہہ دیا تھا کہ شانوجہ کہاں ہے، کوشلیا سب کچھ جانتی ہے۔ کسی موٹے آسامی نے شانوجہ کو رکھ لیا ہے۔ کوشلیا نے یقیناً معقول معاوضہ لیا ہوگا ـــــ ہاں ہو تو ایسی ہو، وہ بلاتکلف اور بلا کسی جھجک کے پورے یقین کے ساتھ کہتا ـــــ ہاں ہو تو ایسی ہو کہ نو مہینے جس اولاد کو اپنے پیٹ میں رکھا تھا اُس کی نسبت دعائیں مانگتی رہی کہ خوبصورت سی بچی ہو تاکہ اس کے پیشے کو آگے بڑھا سکے۔ لیکن جب بچہ ہوا تو دھن کی پکی کوشلیا نے اس کو بھی اسی ڈگر پر ڈال دیا۔

ہینسن کی باتیں سوچ سوچ کر کوشلیا کا کلیجہ چھلنی ہو جاتا۔ وہ چاہتی تھی کہ شانوجہ پروان چڑھے۔ اچھا سا نوجوان نکلے جس پر وہ فخر کر سکے ـــــ کوشلیا کی اس تمنا کے پیچھے ماتا بھی تھی اور فیوزک ہینسن کو دنیا کے سامنے دروغ گو ٹھہرانے کا جذبہ بھی ـــــ فیوزک ہینسن کوشلیا کے لیے ایک مستقل آزار بن گیا تھا۔ وہ شانوجہ کا تصور کرتی تو فیوزک ہینسن کا چہرہ بھی ساتھ

اُس کے ذہن میں اُبھرتا ہے ___ وہ دل تھام کر رہ جاتی ___ شانو جب تم اچھے بن جاؤ۔ تم ایسے بن جاؤ شانو جب کہ میں سینہ تان کر فیوزک ہینس سے کہہ سکوں کہ دیکھو یہ میرا بیٹا ہے ___ اس کی کڑیل جوانی دیکھو۔ اس کا چوڑا چکلا سینہ دیکھو۔ اس کے بازوؤں کا بل دیکھو اور میرے خلاف دنیا بھر میں بک بک کرنا چھوڑ دو۔ لیکن شانو جب سُنا ہے کہ تم نے ہاتھوں میں چوڑیاں پہن لی ہیں ___ سینے پر ایسی گولیاں اُبھار لی ہیں جنھیں دیکھ کر کوئی ماں رو بھی نہیں سکتی ___ کاش تو پیدا نہ ہوتا شانو ___ یا پھر مر جاتا ___ مر جاتا ___ مر ہی جاتا اور کوشلیا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

دوسرے دن کاکا روانہ ہونے لگا تو رہن بستی میں خان کے گھر کا پتہ صمصام زبن نے اُس کو اچھی طرح سمجھا دیا۔ جاتے جاتے صمصام زبن سے کاکا نے کہا کہ اُس کے لوٹنے تک وہ کوشلیا کا ذرا خیال رکھے ___ ہفتے کو بہر حال لوٹ آؤں گا ___ وہ کہنے لگا کیونکہ اتوار کی صبح سے ہی ہجرے کے شوقین مسافروں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ پھوس کے جھونپڑے کی چھت پر اُس نے ٹین کا بورڈ نکالا جس پر لکھا تھا۔

"ہجرہ مرمت طلب ہے۔"

اور نسبتاً باریک خط میں نیچے لکھا تھا:

"ہم کل آپ کے منتظر رہیں گے۔"

جھاڑ پونچھ کر اُس نے اس بورڈ کو لوہے کی اُس صلیب پر اکڑ ویسے فٹ کیا جو جھیل کے چمن کے چھوٹے سے گیٹ کے برابر ننگی کھڑی تھی ـــ پھر وہ تھکے تھکے قدم اُٹھاتا جھونپڑے میں چلا گیا۔

کھاٹ کے نیچے سے اُس نے ایک اور تختی نکالی اور پاس پڑے ہوئے میلے کپڑے سے رگڑ رگڑ کر اُس کو صاف کیا ـــ حروف واضح ہو گئے تھے۔ لکھا تھا: ـــ

"آج چمن میں داخلہ ممنوع ہے" ـــ اُس نے اس تختی کو صمصام دین کے حوالے کر کے کہا کہ چمن کے گیٹ پر کسی رسّی یا تار سے باندھ دے۔

کاکا روانہ ہوا تو کوشلیا نے محسوس کیا جیسے جھیل کا پانی بجرے سے سر ٹکرا کر رو رہا ہے حالانکہ ہر چیز بدستور جوں کی توں تھی ـــ جھیل اپنی گہرائیوں کو سمیٹے بالکل خاموش تھی اور اُس کے سینے پر ڈولنے والا بجرا یوں ٹھہرا ہوا تھا جیسے جھیل کا پانی برف بن گیا ہو ـــ کوشلیا کی آنکھوں میں بھی آنسو کی ایک بوند نہیں تھی ـــ واقعی کوئی چیز رو رہی تھی تو وہ شاید کوشلیا کا دل تھا جس کا پر تو وہ سارے ماحول میں دیکھ رہی تھی ـــ پیلے گلاب اپنی شاخوں پر جھوم رہے تھے اور اُن کی پنکھڑیوں پر چمکنے والے اوس کے موتی سورج کی کرنوں نے ایک ایک کر کے پی لیے تھے۔ دُور دھوپ پھیل گئی تھی اور پہاڑی کے دامن سے چرواہے کی بانسری کی صدا ہوا کے دوش پر سوار ہو کر "داخلہ ممنوع ہے"

کی تختی کی پرواکیے بغیر چمن میں آرہی تھی اور پُرسکون جھیل کے سینے پر تیرکر لہروں میں تبدیل ہو رہی تھی ـــــ روتے رہنے سے کوشلیا کی آنکھیں سُرخ ہو گئی تھیں اور پپوٹے سُوج گئے تھے لیکن اُس کی صباحت اور ملاحت کچھ اور نکھر آئی تھی ـــــ تین روز سے اُس نے نہ شام کو سنگھار کیا تھا، نہ سویرے آنے والے مسافروں اور ٹورسٹوں کو خوش آمدید کہنے کے لیے مُسکراتے ہوئے گلاب کے تختوں تک گئی تھی ـــــ آنے والے مسافروں میں کسی جان پہچان والے نے کوشلیا کو پوچھا بھی تو کاکا نے یہ کہہ کر ٹال دیا تھا کہ وہ ان دنوں یہاں نہیں ہے، بس کل پرسوں میں آجائے گی۔

آج جب کاکا خود جارہا تھا تو وہ سوچ رہی تھی کہ آنے والے مسافروں کی یورش سے بچنے کے لیے گیٹ پر تالا ڈال دینا چاہیئے ـــــ تار پر پھیلی ہوئی لال لال پھولوں کی ہری ہری باڑہ کے احاطے کے بیچوں بیچ لوہے کی سلاخوں کے تین فیٹ اونچے چھوٹے سے گیٹ پر کوشلیا نے اندر ہی کھڑے کھڑے ہاتھ بڑھا کر تالا ڈال لیا اور موڑ پر نظروں سے اوجھل ہونے تک کاکا اور صمصام دین کو دیکھتی رہی ـــــ صمصام دین کچھ اور دُور چل کر اس موڑ پر کاکا سے جُدا ہو گیا جو فیوز سے لیک ل کی طرف تھا۔

تنہائی کا اتنا شدید احساس آج تک کوشلیا کو نہیں ہوا تھا۔ پیلے پیلے کھلے ہوئے گلاب اور کھلی ہوئی کلیاں جو اُس کی رُوح کو فرحت بخشتی تھیں

آج وہ بھی اُس کی اُداسی کو ہوا دے رہی تھیں ـــــ بجرے کے قریب قاز دن کا جوڑا چہل کرنے اور غوطے لگا لگا کر نہانے میں مگن تھا ـــــ اوپر منڈلاتی ہوئی چیل کو دیکھ کر کا کاکے مرغ "شیر دل" نے عجیب سی آواز ابھی ابھی گلے سے نکالی تھی جو اس خطرے کی گھنٹی تھی کہ چیل اوپر منڈلا رہی ہے ـــــ شیر دل کی آواز سُن کر بھک سفید "مکھنیا" بے تاب ہو اُٹھی تھی اور ننھے ننھے چوزے روئی کے گالوں کی طرح لڑھک کر اُس کے پیروں میں سمٹ آئے تھے اور "مکھنیا" سب کو سمیٹے زمین سے جیسے گوند لگا کر چپک گئی تھی ـــــ شیر دل گردن گھما گھما کر خطرے کا جائزہ لے رہا تھا۔

اس بار کوشلیا کو شانوجہ اور اُس کا باپ دونوں ہی بے اختیار یاد آئے ـــــ وہ سوچنے لگی کہ باپ کا سایہ بچوں کے لیے کس حد تک ضروری ہوتا ہے لیکن جیسے مکھنیا نے اُس سے کہا کہ ماں کی آغوش اُس سے زیادہ ضروری ہوتی ہے ـــــ دیکھو نا ـــــ دیکھو میں نے کیسے سب کو پروں میں چھپا کر رکھا۔

کوشلیا نے اس کے بعد سپر ڈال دی ـــــ وہ شانوجہ کے بے وفا باپ پر شانوجہ کی تباہی کی ساری ذمہ داری سونپ کر خود کو جھوٹی تسلی دینے کے درپے تھی کہ تو بے قصور ہے۔ کوشلیا تو مظلوم ہے۔ بے سہارا ہے ـــــ لیکن اس خود فریبی کو جب وہ تا دیر قائم نہ رکھ تو خیوز کی ہنسی جیسے آس پاس سے اس کے کانوں میں چلانے لگا ـــــ "تم ہو ـــــ شانوجہ کی تباہی کا

کا باعث تم ہو کوشی۔"

شانوجہ پہلی بار جس حادثے سے دوچار ہوا تھا وہ اُسی کٹیا میں تو ہوا تھا ـــ تم اور تمہارا کاکا بجرے میں مسافروں کو سیر کرانے میں مگن تھے۔ تم نے نہیں سوچا ہوگا کہ انسان درندہ ہو سکتا ہے لیکن تم نے بہر حال یہ تو سوچا ہوتا کہ شانوجہ کٹیا میں اکیلا ہے۔ اُس کا بچپن کٹیا میں اکیلا ہے، اُس کی معصومیت کٹیا میں اکیلی ہے جس کو تمہاری ممتا کی ضرورت ہے لیکن تمہاری ممتا تو اس مرد کے قدموں میں پڑی بلک رہی ہے جس نے تمہیں کنواری لڑکی سے عورت بنایا ـــ تمہاری گود شانوجہ سے بھری اور پھر ایسے ہی کسی مرد نے شانوجہ کے معصوم بچپن کو اپنی جنسی ہوسناک درندگی سے شکار کر کے ایسے ہی کنویں میں پھینک دیا کہ آج اُس کی آواز کے لیے ترس رہی ہو۔

شانوجہ کا باپ مجرم ہے کوشلیا۔

لیکن تم اُس سے بڑی مجرم ہو ـــ تم راستے کے کانٹوں کو بھول کر اپنے ڈیر بالڈ کے لیے۔ روڈ لے گسٹ ہاؤس کی پتھریلی بنچ پر پھولوں کی جو سیج بچھا رہی تھیں اُس سیج نے تم سے تمہاری ممتا چھین لی تھی ـــ تم شانوجہ کو پیارے لال کے ساتھ کمرے میں اکیلا چھوڑ کر بھول گئی تھیں ـــ اور یہ کہ تمھیں شانوجہ پر گزرا ہوا کٹیا کا وہ اولین حادثہ بھی یاد نہ آیا جس

نے تمھارے ذہن کو اتنے جھٹکے دیے تھے کہ تم پاگل ہو سکتی تھیں۔ شانوجہ کے پیار نے ہی تمھیں متوازن بنایا اور تم نے بڑی ہمت سے اُس کی دیکھ بھال کا بیڑا اٹھایا ـــــ لیکن اُس وقت جب تم ڈیر بالڈ کے سہارے اپنی گرہست زندگی کی تمناؤں کا تعاقب کر رہی تھیں۔ اتنا دُور نکل گئی تھیں کہ شانوجہ کی طرف پلٹ کر دیکھنے کی بھی تم نے زحمت نہیں کی۔ حالانکہ ان خواہشوں اور ان تمناؤں کے پیچھے تم ہی نے بتایا تھا کہ شانوجہ کا مستقبل چھپا ہے، لیکن ـــــ لیکن شاید ایسا نہیں تھا ـــــ تم اُس وقت ایک ایسی لُٹی ہوئی عورت تھیں جو بازار میں لائے جانے کے بعد بھی یہ سوچتی ہے کہ کوئی خریدار اُسے گھر کی زینت بنا لے گا ـــــ لیکن تم ایک ایسے خریدار کے ہاتھوں بکیں جس نے تمھیں پھر بازار ہی میں سجا دیا اور ماں بننے کے باوجود تم اپنے اس وجود کی تکمیل نہ کر سکیں جسے ایک چھوٹا سا گھر چاہیے تھا بچوں کی ایک قطار چاہیے تھی اور تمھارا شام کو گھر لوٹنے والا شوہر۔

سوچو کوشلیا جھیل، فیوزے اور روڈے گسٹ ہاؤس کے اس مثلث میں تم اپنے کتنے ہی چاہنے والوں کے ساتھ، اُن کی ہمدردیوں کے سہارے قدم ملا کر چل پڑی ہو اُس عورت کو اپنے وجود میں چھپائے ہوئے جو کسی چاہنے والے بچوں کی ماں ہو کر رہنا چاہتی ہے۔

تم نے یہ تک نہ سوچا کہ تمھاری زندگی میں داخل ہونے والے کتنے ایسے

لوگ بھی ہوں گے جنھوں نے اپنی مہینے بھر کی کمائی ایک ہی رات میں تم پر صرف کر دی ہو گی اور تمھارے آگے اس طرح سینہ تانا ہو گا کہ اُن کا روزانہ کا خرچ یہی ہے ــــ کتنے ایسے ہوں گے جنھوں نے باپ کی جائداد بیچ دی ہو گی یا بھائی کا حصّہ غصب کر لیا ہو گا۔ یا بیوی کے زیور رہن رکھ دیے ہوں گے یا چوری کی ہو گی۔ لیکن تم آنکھیں بند کیے ہر ظاہری چمک کے پیچھے بھاگتی رہیں ــــ بھیل، تیورے اور برزولے گسٹ ہاؤس کے اسی مثلث میں کہیں صمصام زین بھی تو تمھارا منتظر رہا ہے ــــ کتنی ہی مدت تک اُس نے شادی نہیں کی شاید تم اُس کا ہاتھ تھام لو لیکن تم نے ان اندھیروں کے باوجود جن میں شانوجہ کے باپ نے تمھاری آنکھوں کو خیرہ کر کے ڈھکیل دیا تھا کسی جگنو کی چمک نہیں دیکھی ــــ تم جگنو کی چمک سے راستہ متعین کرنے کا کام لینے کی اہل ہی نہیں رہی تھیں۔ تم تو پھر روشنیوں کے پیچھے بھاگ رہی تھیں جو آنکھوں کو چندھیا کر اندھیرے میں پھینک دیتی ہیں۔

تمھاری نظروں میں صمصام زین ایک ادنیٰ بیرا تھا ــــ جب تمھیں اس کا علم ہوا کہ صمصام زین تمھیں بیاہنا چاہتا ہے تو کسی مذہب کی دیوار تمھارے سامنے کھڑی ہوئی نہ تھی بلکہ تم نے سب کچھ لُٹا کر بھی خود کو اتنا اونچا اُٹھا لیا تھا کہ صمصام زین اپنے پنجوں پر کھڑا ہو کر بھی تمھارے پیروں کو چھو نہ سکا اور اور تم نے ایسے قہقہے لگائے کہ اُن کی گونج سارے میں سنائی دینے لگی صمصام زین

تضحیک کے اس زہر کو پی کر کچھ اس طرح سکڑا اور سمٹ گیا کہ اُس کی کڑیل اور تنومند جوانی صرف فیروزے کا ایک بیرا ہو کر رہ گئی جو تمھیں ہر آنے والے کی بانہوں میں جھولتا ہوا دیکھ کر بھی تمھارے احکام کی تکمیل میں بھاگا بھاگا پھرتا رہا اس لیے کہ یہ اُس کا فرض تھا، وہ فیروزے کا بیرا تھا ___ ہنیس کا ملازم جسے میز پر ٹپ دے کر بھی تم اُسے ذلیل کرنے کے لیے اس طرح ہنسا کرتی تھیں جیسے اُس کے ذہنی دیوالیہ پن پر ترس کھا رہی ہو کہ اُس نے کبھی تمھاری تمنا کی تھی۔

کوشش ہٹ دھرمی چھوڑ دو ___ مان لو ___ مان بھی لو کہ آج شانوجہ کا مستقبل مختلف ہوتا اگر تم صمصام دین کی ہو کر رہ سکتیں۔ تمھاری زندگی میں یکے بعد دیگرے آنے والے مردوں کے انبوہ میں صمصام دین اسی لیے تو سب سے مختلف تھا کہ وہ بھی قوتِ خرید رکھنے کے باوجود تمھیں رات بھر کے لیے خرید نہ سکتا تھا۔ اس مجبوری کے لیے اُس کے دل میں تمھاری محبت کا کوئی ایسا جذبہ پنہاں تھا کہ وہ تمھیں بازار میں بکتا ہوا دیکھ کر بھی یہ سوچتا تھا کہ تم اُس کے گھر کا حُسن ہو۔ اُس کے گھر کی زندگی ہو اور وہ رات، جب تمھارا اُس کا ساتھ ہوگا تو پھر اس رات کی کوئی ایسی سحر نہ ہوگی جو تمھیں اُس سے جُدا کرے۔

صمصام دین نے اپنے اسی تصوراتی پاکبازی کے نتیجے میں تمھیں کھو دیا ہے۔ شراب خانے میں مصلے بچھا کر نماز پڑھنا تھی بتاؤ کوئی دانش مندی ہے ؟

—— یہ تم تو وہ تھیں کہ رام مندر کو صرف اس لیے پوجا کو جایا کرتی تھیں کہ مہنت کا نوجوان لڑکا تم پر اس درجہ فریفتہ ہو گیا تھا کہ تمھارے اس کے میل کو روکنا بھگوان کا بھی روگ نہیں رہا تھا —— وہ تو مہنت کی دوش پر جنم جنم کی عیاریوں کی گٹھری تھی اس کے بوجھ کے نیچے تم دب گئیں —— یا پھر بھگوان اور بھگوان کی آنکھوں کے بھاؤ کا فرق جاننے والی اس کی نظریں تھیں کہ اس نے فوری بھانپ لیا اور پھر تم کبھی رام مندر کا رُخ نہ کر سکیں اس لیے کہ تمھیں قتل کر دیے جانے کی دھمکی دی گئی تھی —— تم نے مگر جو کچھ کیا تھا بہت ہی سمجھ داری سے کیا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ جھیل کے یہ پیلے پھول تو تم بھگوان کے چرنوں میں چڑھا سکیں۔ لیکن جھک کر وہ پھول اُٹھا بھی نہ سکیں جو مہنت کے نوجوان لڑکے نے تمہارے چرنوں میں چڑھائے تھے۔ یہ تو قسمت کی بات ہے کوشلیا کہ تمھاری بنی نہیں —— لیکن صمصام دین بجائے اس کے کہ تمھارا ہاتھ پکڑ کر رات بھر کے لیے تم سے سودا کر لیتا تمھاری پوجا کرنے لگا —— جس راستے سے وہ تم تک پہنچ رہا تھا وہ اتنا طویل تھا کہ تم اس کی پہنچ سے باہر ہو گئیں —— ہاتھ بڑھا کر جس شے کو حاصل کیا جا سکتا ہے اُس پر للچائی ہوئی نظریں ڈال کر رہ جانا دانشمندی نہ سہی، بزدلی بھی نہیں ہے —— صمصام دین بیچارا تو مصلّے اوڑھ کر چلا تھا اور جس وقت اس نے یہ مصلّے بچھایا ہے اُس وقت تک قبلہ اپنا رُخ بدل چکا تھا۔"

گیٹ کے لوہے کی سلاخوں کے ذریعہ پیٹ ایک دوسرے سے ٹکرا کر
ٹھنا رہے تھے۔ یقیناً کوئی گیٹ پر تھا جو اسے اس لیے پیٹ رہا تھا کہ
ندر ہو تو توجہ کر سکے۔
اندھے ہیں ـــــ کوشلیا نے دل ہی دل میں کہا ـــــ گیٹ پر پڑا اتنا بڑا تالا
نظر نہیں آتا ـــــ اپنے اطراف بُننے ہوئے خیالوں کے جال سے نکل کر وہ
سے نیچے اُتری اور جھانک کر دیکھا تو کوئی نوجوان جوڑا جو نیا نیا بیاہا
م ہوتا تھا گیٹ کو پیٹ رہا تھا ـــــ واقعی ایک دوسرے کے نشے میں
ت ہیں بیچارے کہ اتنا بڑا قفل نہیں نظر آتا ـــــ لیکن اُس نے دیکھا کہ
ن عورت نے مرد کو ہنس کر کچھ بتلایا ـــــ پھر دونوں لوٹنے لگے تو مرد نے
ت کو قریب کر لیا۔ اس منظر نے کوشلیا کے ذہن پر کوئی خاص نقش نہیں
ا ـــــ وہ سوچ کر شاید اب تھک گئی تھی ـــــ اُس کو بھوک محسوس
ی تھی ـــــ سر درد کر رہا تھا ـــــ اپنے ہی دل کی دھڑکن کنپٹی کے راستے
ں کے پردوں پر دستک دے رہی تھی ـــــ وہ سوچنے لگی کہ صمصام الدین
تعلق اتنی دیر تک سوچ کر اُس نے وقت ضایع کیا ہے ـــــ شا توجہ کی
ئی میں اب وہ اس حد تک گر گئی ہے کہ صمصام دین کے بارے میں بھی
سنجیدگی سے سوچنے لگی ہے ـــــ اب اُس کو ایک عجیب سی جھلاہٹ ہونے
ـــــ اُسے یوں محسوس ہوا جیسے فضاؤں میں بلندی پر اڑتا ہوا پرندہ

یکا یک زخمی ہو کر زمین پر آ رہا اور جھاڑیوں میں پھنسا چیخ رہا ہے ــــ مرنا ہو تو اونچی بلندیوں پر مرجاؤ کوشش کرو فضا کی وسعتوں میں ہیجان ہونے کے بعد پتہ بھی نہ چلے کہ جسم کہاں گرا ہے ــــ اب تم صمصام دین کے بارے میں سوچو گی؟ ــــ وہ عورت جس نے سیدھے منہ انیس سے بات نہیں کی وہ بھلا اس کے "تمکین" کے لیے سوچے گی ــــ گراوٹ پر اس قدر ناستف ہوا تو وہ خود کو کمزور سی نظر آنے لگی اور بھوک نے آخرش اس کے ذہن کو پوری طرح اپنی گرفت میں لے لیا۔

چھینکے پر ٹنگی ہوئی ہانڈی کو اس نے اتار کر دیکھا تو ابلے ہوئے چاولوں کے ساتھ کٹوری میں تھوڑا سا سالن بھی رکھا تھا ــــ اسے یاد آیا کہ صبح کو اس نے کچھ پکایا ہی نہیں ــــ کاکا جی نے ناشتہ بنا لیا تھا ــــ اور یہاں سے جانے تک کئی بار وہ اس سے کہہ چکا تھا کہ وہ کچھ کھا پی لے ــــ وہ کھانے پر جٹ گئی ــــ ٹھنڈے چاولوں اور سرد سالن میں جس پر گھی جم گیا تھا اسے بہت مزا آیا ــــ دانہ دانہ پونچھ کر اس نے کھا لیا۔ کھانے سے پہلے اس کے دل میں شراب کی خواہش پیدا ہوئی تھی ــــ ٹھنڈی ٹھنڈی بیر کے لیے اس کا جی للچایا تھا لیکن جب وہ گلاس بھر کر پانی پی چکی تو بیر کی خواہش اس کے ذہن سے بالکل محو ہو گئی تھی۔

ہاتھ منہ دھو کر تولیے سے چہرہ خشک کرنے کے بعد جب وہ اپنے ہاتھ پونچھ رہی تھی تو اس کی آنکھیں ٹکٹکی لگائے خالی خالی نظروں سے جھیل کی شفاف سطح کو گھور

رہی تھیں۔ پانی کی سطح جس طرح پُرسکون تھی اُس کی آنکھیں بھی کم و بیش ایسی ہی تھیں ـــــ اپنے اطراف سے بے نیاز وہ بلا کچھ سوچے پھوس کے جھونپڑے میں چلنے لگی ـــــ کھاٹ پر لگے ہوئے بستر نے ایک ذرا ستانے کو اُکسایا تو وہ بستر پر لیٹ گئی۔

میں شانوجہ کے بغیر بھی زندہ رہ سکتی ہوں ـــــ اُس نے چار دنوں میں پہلی بار سوچا ـــــ شانوجہ کے لیے اس دل میں جگہ تو زندگی بھر رہے گی۔ دل میں جگہ تو کتنوں ہی کے لیے ہے لیکن ساتھ کسی نے نہیں دیا ـــــ اُس نے محسوس کیا کہ آنکھیں خشک ہو گئی ہیں تو ممتا بھی تھک ہار گئی ہے ـــــ میں جنم جنم کس کس کے لیے روتی رہوں گی ـــــ اور اُس کی آنکھیں مُندنے لگیں اور پھر زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ وہ نیند کی آغوش میں بے سُدھ ہو چکی تھی۔

سوتے جاگتے اس نے ایک آدھ بار شانوجہ کو کبھی خواب تصور میں دیکھا بھی لیکن بیداری اور خواب کی سرحدیں ایک دوسرے سے مل چکی تھیں ـــــ وہ گہری نیند سو جاتی پھر نیم خوابی کے عالم میں کروٹ بدل لیتی اور پھر دنیا سے بے نیاز ہو جاتی ـــــ اُس کی نیند پوری طرح اس وقت ٹوٹی جب اُس نے خواب میں دیکھا کہ شانوجہ خوبصورت سی دلہن بنا اپنے دولہا کے گھر جا رہا ہے۔ ـــــ پھر باراتی کے لوگوں نے چلانا شروع کیا ـــــ دلہن لڑکی نہیں ہے لڑکا ہے ـــــ یہ تو مرد ہے ـــــ مرد ہے یہ۔ اور جب اُس کی آنکھیں اُس

کے ذہن کے ساتھ بیدار ہو رہی تھیں تو اُس نے دیکھا کہ شانوجہ کا باپ کھائی کے مُنھ پر کھڑا پیلے گلاب اُس میں پھینک رہا ہے۔ پھر وہ آنکھیں مل کر پلک جھپکانے لگی ـــــ چھپر کی چھت سے اُس کی نظریں ٹکرائیں ـــــ اُس نے کروٹ لی۔ اُس کا بدن ٹوٹ رہا تھا اور کاکا اُس کی طرف پُشت کیے ہوئے اسٹوو کو پمپ کر رہا جس کی آواز وہ سُن رہی تھی۔ پھر اسٹوو پر نیلے اندر سرے رنگ کا شعلہ تھرک رہا تھا اور کاکا نے اٹھا کر کیتلی اسٹوو پر رکھ دی تھی۔

"کب آئے ہو؟" کوشلیا نے بڑی نرمی سے پوچھا۔

"دیر ہوئی" ـــــ کاکا نے اُس کی طرف پلٹتے ہوئے کہا۔

"کس طرح آسکے ہو؟"

"گیٹ پھلانگ کر"

"کیا کر سکے کاکا؟"

"کچھ نہ کر سکا" ـ اُس نے نظریں جھکائے ہوئے کہا جیسے قصور وار ہو۔ ـــــ وہ اب بر ہن بستی چھوڑ چکا ہے لیکن آج ہی رات کے کسی حصّے میں یہاں آجائے گا۔ بردوے گسٹ ہاؤس کا کوئی کمرہ پٹھانوں کے سردار نے اپنے لیے محفوظ کر رکھا ہے ـــــ وہ رات اسی کے ساتھ ٹھہرے گا ـــــ صمصام دین نے جو کچھ کہا ہے وہ ٹھیک ہی ہے ـــــ میں نے شانوجہ کو دیکھا ہے ـــــ تم

کبھی دیکھو گی تو پہچان نہ سکو گی ــــ میں نے اُس سے ملنے کی کوشش بھی کی. لیکن خانوں کے سردار نے مجھے اجازت نہیں دی اور نہ شانو جہ ہی اس پر راضی ہوا ــــ زنانے لباس وہ بالکل تمھاری طرح لگتا ہے ــــ مجھے تو اس حد تک دھوکا ہوا کہ میں سمجھا تم آگئی ہو لیکن منٹ بھر میں میری غلط فہمی دُور ہو چکی تھی.

کیتلی میں چائے کی پتی ڈال کر کاکا نے اپنی جیب سے ایک خط نکالا اور کوشلیا کی طرف یہ کہتے ہوئے بڑھا دیا کہ جس وقت وہ لوٹا ہے یہ خط اُسے گیٹ کے اندر احاطے میں پڑا ہوا ملا ــــ ساتھ ہی کاکا نے کوشلیا کے آگے تجویز پیش کی کہ گیٹ کے پاس ایک لیٹر بکس لگا دینا چاہیئے ورنہ ڈاکیہ کتنے ہی خطوط اس طرح ضایع کر دے گا ــــ کاکا نے کچھ اس بھولپن سے یہ بات کی کہ کوشلیا زیرِ لب مسکرائے بغیر نہ رہ سکی ــــ وہ جانتی تھی کہ لے دے کر اُس کے پاس دو ہی آدمیوں کے خطوط آتے ہیں. ایک ڈیربالڈ کے دوسرے پنڈت پرشاد کے جو اُس کے بچپن میں اُس کا اتالیق تھا اور جو آج بھی اپنا دُکھ درد لکھ کر اُس سے پیسے منگواتا رہتا ہے. کبھی کبھی کوشلیا کے نام اُلٹے سیدھے ناموں سے ایسے خطوط بھی آتے جن میں اُس سے عشق جتایا جاتا یا پھر فحش مذاق کیا جاتا.

کوشلیا نے خط کی تحریر پر نظر ڈالی اور پہچان گئی کہ یہ ڈیربالڈ کا خط

ہے ـــــ لکھا تھا :

" دشمنِ ہوش، میری کوش ـــــ پیار

جو تھتے دن تمھارے پاس پہنچ رہا ہوں ـــــ اس چکر میں بھی تمھارے لیے ٹرانسسٹر نہ لاسکوں گا۔ وہ دوست ہی غائب ہے جو اسمگل کرتا تھا۔ لیکن ایک ایسی چیز لا رہا ہوں جو تم خوش ہو جاؤ گی۔ اُس دن بڑا شرکت غیرے میری رہو گی ـــــ کسی سے کوئی ایگیج منٹ نہ کر بیٹھنا ـــــ شانوجہ سے متعلق تمھارا خط پڑھ کر بڑا دُکھ ہوا۔ تم بہرحال ماں ہو ـــــ صبر کرو ـــــ تمھارے اس دکھ کے ساتھ میرے ذہن میں تمھارے پیارے لال کا چہرہ بھی اُبھر آیا ہے جسے تم "روشن ڈیر" بھی کہتی تھیں ـــــ ایک بار راستے میں ملا تھا ـــــ پھول کر جنگل بھینسا ہو گیا ہے ـــــ کہہ رہا تھا کہ شہر کے کسی بڑے گنڈا دار کے ساتھ مل کر کاروبار کر رہا ہے ـــــ اُس نے مجھے یہ بھی بتایا کہ وہ کوئی چار بار برو ولے گیسٹ ہاؤس جا چکا ہے ـــــ فیروزے میں پی ہے۔ برو ولے میں ٹھہرا ہے اور تمھیں یہ جان کر دکھ ہو گا کوش کہ وہ شانوجہ سے ملتا رہا ہے ـــــ حیرت ہے کہ تم نے ایک بار بھی اُسے نہیں دیکھا ـــــ کہنے لگا کہ ایک دن خسر اور داماد مل کر چلیں گے ـــــ یعنی وہ اور میں۔ میں پہلے تو اُس کی یہ بات سمجھ نہ سکا اور مجھے اُس کا مذاق چونکہ کھل گیا تھا اس لیے ذرا ترشی سے وضاحت چاہی ـــــ بڑے ہی اطمینان سے اُس نے کہا کہ ـــــ تم شانوجہ کے باپ ہوتے ہوتا

اس لیے کہ شانوجہ کی ماں سے تمھارا یارانہ ہے اور جب شانوجہ سے میرے تعلقات ہیں تو کیا میں تمھارا داماد نہیں ہوا؟ ——— عجیب پاجی آدمی ہے ——— کیسا گربہ مسکین سا نظر آتا ہے ——— کہتا تھا اس صاحبہ کو سلام لکھو شانوجہ کے حُسن کی تعریفیں اس طرح کرتا ہے کہ تم سُنو گی تو شرما جاؤ گی خیر چھوڑو بھی تم اپنی صحت کا خیال رکھو ——— کُڑھنے اور برباد ہونے سے کیا ملے گا بھلا ——— یہی نا کہ وقت سے پہلے بوڑھی ہو جاؤ گی ——— زندگی کے ایک ایک سانس کو چھوٹی چھوٹی مسرتیں بٹورنے کے لیے وقف کر دو ——— شانوجہ اب اتنا آگے جا چکا ہے کہ تم اُس کو اب واپس نہیں لا سکتیں ——— ہاں شہر میں ایک بار تمھارا فیروز کہیں بھی ملا تھا ——— ویسے جب سے اُس نے گاڑی خریدی ہے کبھی کبھی ہفتے کے روز اس سے علیک سلیک ہو ہی جاتی ہے ——— پرسوں ملا تو بطور خاص گاڑی روک لی۔ فیروزے کے لیے بہت سا مان لے جا رہا تھا ——— کہنے لگا یہ سب آپ ہی لوگوں کے لیے ہے۔ بہت دنوں سے آپ نے ادھر کا رُخ نہیں کیا ——— کہیے کب آئیے گا ——— میں نے اُسے بتایا کہ بہت جلد آ رہا ہوں ——— پیارے لال کے بیانات کی تصدیق بھی فیروزک ہینس سے میں نے باتوں باتوں میں کر لی ہے ——— تمھارے متعلق اُس نے ایک ریمارک کیا ——— کہنے لگا، اب تو تم خود بھی کماتی ہو اور بیٹے کو بھی کمائی کے لئے تیار کر رہا ہے ——— میں نے تردید کی ہے اور منہ دیکھی بات نہیں۔ تمھاری

جتنی تعریف کی جا سکتی تھی میں نے کی ہے اس لیے کہ تم ہو تعریف کے قابل۔
— شانو جہ کے معاملہ میں میں نے بتایا کہ تم بالکل بے قصور ہو — لیکن وہ کہتا ہے کہ میں تمھاری شاطرانہ چالوں کو نہیں سمجھتا — یہ دنیا ہے جتنے منھ اُتنی باتیں — تم کس کس کا بُرا مانو گی — تم نے کتنے ہی بار اپنے دل کے نازک شیشے کو پتھروں سے ٹکرایا ہے — اب کچھ یوں کرو کہ اس شیشے ہی کو پتھر بنا لو — اسی میں تمھاری سلامتی ہے، بہتری ہے — میں نے دیکھا ہے کہ دنیا حساس لوگوں کا جہنم ہے — جتنی سفاک بن سکتی ہو بن جاؤ، خوش خوش جی سکو گی۔

اچھا — اچھا میں تم سے مل رہا ہوں — بہت جلد — انتظار کرو گی نا؟

تمھارا

پیارا گنجا، ڈیر بالڈ سعید الزماں

کوشلیا نے خط ختم کیا تو آنچل سے اُس کو آنسو خشک کرنے پڑے۔

"کس کا ہے؟" — کاکا نے بھانپ کر پوچھا اور چائے کی پیالی کوشلیا کی طرف بڑھا دی۔

پیالی لیتے ہوئے کوشلیا نے کہا — "ڈیر بالڈ کا۔"

"سعید زماں کا؟"

"ہاں کاکا"

"اُس نے اپنا کیا دُکھ درد لکھا ہے کہ تم رونے بیٹھ گئیں ـــ تم کس کس کو روؤ گی ؟"

کوشلیا نے کاکا کو کوئی جواب نہیں دیا ـــ نظر بھر کر ان کو پیار سے دیکھا ـــ کاکا کی باتوں سے ڈیر بالڈ کے خط کی طرح چاہت کی بُو آتی تھی ـــ اُس نے آنسو پونچھ کر ایسی مسکراہٹ ہونٹوں پر پھیلائی جو نہ اتنی جاندار تھی نہ بالکل بیجان۔

چمن کے گیٹ پر آہٹ پاکر کاکا باہر نکل گیا تو کوشلیا نے کھاٹ کے نیچے سے اپنی بیٹی کھینچ کر باہر نکالی اور ڈیر بالڈ کا خط اُس میں محفوظ کردیا لیکن اُس کا جی چاہا کہ خط کو پھر ایک بار پڑھے ـــ اُس نے خط نکال کر چولی میں اڑس لیا اور پیٹی کو کھاٹ کے نیچے ڈھکیل کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

باہر چمن کی طرف کوشلیا نے نظر اُٹھائی تو دیکھا کہ کاکا اُس جوڑے کو گیٹ کے اندر لا چکا ہے جو پہلے گیٹ پیٹ پیٹ کر اور پھر قفل دیکھ کر لوٹ گیا تھا۔

لڑکی کا چہرہ، چال اور قد و قامت بے انتہا پُرکشش تھے، اتنے کہ کوشلیا نے دیر تک اپنی نظریں اُسی پر جمائے رکھیں۔ پھر اُسے لڑکا بھی اچھا لگا۔ سجیلا اور بانکا ـــ اُس کے ذہن میں کسی بھولی بسری یاد کی ایک لہر سی اُٹھی اور ماضی کے سمندر میں گم ہو گئی ـــ وہ جب شانو جر کے

باپ کے ساتھ شہر بھاگ آئی تھی تو ایک ریلوے اسٹیشن پر کسی بڑھیا مسافر نے بڑے چاؤ سے اُنھیں دیکھ کر کہا تھا — کیسی پیاری جوڑی ہے — میں نے بال سفید کر لیے لیکن آج تک ایسی جوڑی نہیں دیکھی۔ — بیوی بہت حسین ہوتی ہے تو شوہر اُس کے برابر میں نہیں جچتا — بعض اچھے، وجیہہ اور شاندار شوہروں کی بیویاں گول مول اور بے ہنگم سی ہوتی ہیں لیکن جوڑی ہو تو ایسی ہو کہ بھگوان نے ایک دوسرے کے لیے ہی بنائی ہے۔

اور کوشلیا نے ایک روپیہ کا کرکراتا نوٹ اس بڑھیا کو ٹرین سے اُترتے وقت دیا تھا۔

جب وہ لوگ بچھوس کے جھونپڑے کے قریب آگئے تو کوشلیا دروازے کی اوٹ سے ہٹ آئی تاکہ وہ اسے دیکھ نہ سکیں۔ اُس کے ذہن میں اپنے حسن کا احساس بیدار ہو چکا تھا اور وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس ہیئت کذائی سے اُن کے سامنے جائے جب کہ نہ اُس کے بال دُرست اور نہ چہرے پر پھبن تھی۔

وہ اندر کھسک آئے لیکن اُس نے دیکھا کہ یہ جوڑا دروازے کے پاس آکر رُک گیا تھا اور دونوں ہی کاکا کے سلیقے کو سراہ رہے تھے — اُس نے لڑکی کی آواز سُنی۔

"ایسی جھونپڑی ملے تو میں خوشی خوشی رہ جاؤں۔"

پھر اس کا ساتھی نوجوان کہنے لگا ___ "یہ جھونپڑا کہاں ہے یہ تو اچھا خاصہ چھوٹا سا گھر ہے۔ بے حد خوبصورت سا ___ پھوس کے چھت پر پھیلی ہوئی یہ لال لال گچھے دار پھولوں کی بیلیں، یہ چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں ___ یہ قطار باندھ کر گھیرے ہوئے پیلے گلاب ___ یہ کیاریاں، یہ جھیل، یہ منظر تو ایک جیتا جاگتا منظر ہے سو لولی (So lovely)"

"آپ ہمیں اپنے پاس رکھ لیجیے نا" ___ بانکی لڑکی نے بڑی اُداسی سے کاکا کو مخاطب کر کے کہا۔

کوشلیا نے جب یہ باتیں سُنیں تو اُس کا جی چاہا کہ چیخ پڑے ___ تم خدا کے لیے یہاں مت رہنا۔ بھگوان کی سوگند اس خیال ہی کو اپنے ذہن سے نکال دو ___ مذاق میں بھی یہ نہ سوچو ___ نہیں واپس جاؤ جہاں سے آئی ہو۔ یہاں میں نے بھی ایسی ہی باتیں کی تھیں ___ کاکا نے مجھے اور شانو کے باپ کو اس خوبصورت سی کٹیا میں اسی طرح جگہ دی تھی جیسے اپنے دل میں جگہ دے رہا ہو ___ لیکن آج جب وہ مجھے دیکھتا ہے تو کھل کر رو بھی نہیں سکتا ___ تمھیں معلوم نہیں پھر یہی گچھے دار پھول کی بیلیں سانپ بن کر تمھیں ڈسیں گی۔ یہی پیلے گلاب خار بن کر تمھیں چبھیں گے۔ یہ مناظر آنکھوں کو ٹھنڈک نہیں پہنچائیں گے بلکہ

آنسوؤں کے کنکر ہمیشہ کے لیے تمھاری آنکھوں میں کھٹکنے کے لیے چھوڑ دیں گے۔ یہاں جب لڑکی ماں بننے کو ہوتی ہے تو کھائی میں چھلانگ لگا کر خود کو چھپا لیتی ہے اور اگر ماں بن چکی ہے تو وہ بچہ نہیں پیدا کرتی شانوجہ پیدا کرتی ہے ___ تم شانوجہ پیدا کر سکو گی؟ ___ تم میں اتنی ہمت ہے کہ تم شانوجہ پیدا کر سکو اور اُس کی ماں کہلاؤ؟

اور کوشلیا سسک سسک کر رونے لگی ___ اُس نے چاہا کہ اپنی سسکیوں کو اس طرح دبائے کہ نوجوان جوڑا سُن نہ سکے کہ کوئی جھونپڑی کے اندر سسک رہا ہے۔ اس جھونپڑی کے اندر جس کی چھت پر گچھے دار لال پھولوں کی بیلیں ہیں ___ جو قطار در قطار پیلے گلابوں سے گھری ہوئی ہے جس کے آس پاس رنگ برنگی پھولوں کی کیاریاں پھیلی ہوئی ہیں ___ جس کے آس منے جھیل ہے اور جھیل میں ڈولتا ہوا بجرہ ہے۔

وہ کامیاب تھی ___ نوجوان جوڑا جھیل کی طرف بڑھ چکا تھا ___ اُس نے کوشلیا کی سسکیاں نہیں سُنی تھیں۔

بجرے میں جھیل کی سیر کر کے جب یہ جوڑا جا چکا تو کا کا نے کوشلیا سے کہا۔

"منہ ہاتھ دھو کر تازہ ہو جاؤ کوش۔ لوگ آنا شروع ہو گئے ہیں ویسے تیرا جی نہ چاہے تو لوگوں سے نہ ملنا ___ لیکن باہر نکلنے اور جھیل کی سیر

کرنے سے شاید تیرا من بہل جائے۔"

کاکا نے ابھی بات بھی ختم نہیں کی تھی کہ کوشلیا نے چولی میں اپنی دو انگلیاں ٹھونس کر ڈیر بالڈ کا خط نکالا اور پھر پڑھنے لگی۔

"دشمنِ ہوش میری کوش ـــــ پیار

چوتھے دن تمھارے پاس پہنچ رہا ہوں ـــــ اس چکر میں بھی تمھارے لیے ٹرانسسٹر۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

معاً کوشلیا کو خیال آیا، وہ چوتھا دن آج ہی تو نہیں ہے اور اُس نے خط پر تاریخ نہ دیکھی ـــــ اُمید کی ایک کرن سی اُس کے نہاں خانۂ دل کے تاریک گوشے میں بھی جا پہنچی جب اُس نے انگوٹھے اور چھنگلی کو جوڑ کر حساب لگایا کہ آج کا دن ہی چوتھا دن ہے۔ خوشی کے ساتھ ساتھ اُسے ڈیر بالڈ پر غصّہ بھی آیا کہ وہ ہمیشہ ہی اپنی آمد کی صحیح اور قطعی تاریخ نہیں لکھتا ـــــ دوسرا دن، چوتھا دن، پانچواں دن' بھلا یہ بھی تاریخ کے تعین کا کوئی انداز ہوا ـــــ لیکن ایک بھولی بھٹکی مسکراہٹ بھی جانے کہاں سے اُس کے ہونٹوں پر آگئی ـــــ ایسی حرکتیں ڈیر بالڈ دانستہ کرتا ہے۔ وہ سوچ سوچ کر مسکرا پڑی۔ جس روز آنا ہوتا ہے اگر وہ نہیں آتا ہے تو دوسرے دن ضرور دھمک جاتا ہے اور پھر حساب جوڑ جوڑ کر کوشلیا کو قائل کرتا ہے کہ وہ وقت پر پہنچ گیا ہے اور بالکل بے قصور ہے اور کوشلیا کا سچا بہی خواہ، چاہنے والا اور

وفادار ہے۔

ڈیر بالڈ کی شرارتوں نے دن بھر میں پہلی مسکراہٹ تو دے ہی دی ہے۔

کوشلیا نے ڈیر بالڈ کی چاہت میں کچھ اس طرح سوچا اور آج اس کی آمد کی جو اُمید سی بندھی وہ دل ہی دل میں بڑی حد تک مطمئن اور مسرور ہوگئی۔

اپنے چہرے پر ٹھنڈا پانی اُچھالتے ہوئے وہ تصورات کے تانے بانے میں گرفتار ہو چکی تھی۔ اس کے لیے یہ بات بڑی حد تک اطمینان قلب کا باعث تھی کہ آج ہی رات کوشانو جو بھی آرہا ہے ــــ کاکا نے بتایا ہے کہ وہ بھی برودلے میں ٹھہرے گا۔ ایسے میں ڈیر بالڈ کی آمد اُس کے لیے تقویت اور ہمت کا باعث تھی ــــ ڈیر بالڈ سے کہہ کر میں بھی برودلے ہی میں ٹھہر جاؤں گی ــــ اُس نے سوچا، اس لیے ڈیر بالڈ کچھ دن سے جب بھی ادھر آتا کوشلیا کے پاس جھونپڑے ہی میں ٹھہرنے لگا تھا۔ لیکن یہ بات صرف ڈیر بالڈ ہی کے لیے مخصوص تھی۔

"منہ ہاتھ دھو کر جب کوشلیا اُٹھی تو اُس نے ایک بھرپور انگڑائی لی۔ پھر اس کا جی چاہا کہ گنگنائے ــــ لیکن وہ گنگنا نہ سکی۔

پھر کچھ سوچ کر بجائے اس کے کہ آئینے کے مقابل ہو کر وہ سنگھار کرنے لگتی اُس نے غسل خانے کا رُخ کیا ــــ وہ دیر تک نہاتی رہی۔ نہا دھو کر جب وہ آئینے کے سامنے آئی تو اپنے لمبے لمبے بالوں کو تولیے میں لپیٹ کر وہ گنگنا

رہی تھی۔

"ہم بھی ہیں ایک عنائت کی نظر ہونے تک"۔

پہلا مصرعہ ذہن پر بار ڈالنے کے باوجود اسے یاد نہیں آرہا تھا۔
ڈیر بالڈ کا پسندیدہ یہ شعر جب بھی وہ ترنگ میں ہوتا اپنی بے سری آواز میں لہک لہک گاتا تھا اور کوشلیا ہنس ہنس کر داد دیتی تھی۔

کپڑے پہن کر بال سنوارتے ہوئے اپنا عکس آئینے میں اُس نے دیکھا۔ وہ آج بھی کتنی سجل ہے' دیکھے جانے اور چاہے جانے کے لائق۔ لیکن اُس کے دل پر ایک چوٹ سی لگی ــــ جب کاکا کی کہی بات اُسے یاد آئی۔
زنانہ لباس میں شانو جبہ بالکل تمہاری طرح لگ رہا تھا ــــ مجھے تو اس حد تک دھوکا ہوا کہ میں سمجھا تم آگئی ہو۔"

شانو تو نے جب دنیا میں آنکھیں کھولیں تو میری دنیا میں کیسے اُجالے سے بکھر گئے تھے۔ میں سوچ بھی نہ سکتی تھی کہ تیرا باپ جس نے جنم جنم تک میرا ہو کر زندگی گزارنے کی قسمیں کھائی تھیں مجھے یوں تڑپتا ہوا چھوڑ کر چلا جائے گا کہ تجھے اپنے وجود میں چھپائے میں اپنے گھر کبھی نہ لوٹ سکوں گی۔ جہاں میری ماں مجھے رو رہی تھی۔ جہاں شہتوت کا وہ درخت مجھے رو رہا تھا جس پر میں کالج سے لوٹ کر چڑھ جاتی تھی اور لال لال کالے کالے شہتوت توڑ توڑ کر مزے سے کھاتی تھی ــــ میرے چھوٹے سے گھر کی وہ کھڑکی مجھے

رہی تھی جس کی ٹھنڈی سلاخوں کو ہتھیلیوں سے چھو کر میں ایک گدگدی سی
محسوس کرتی تھی اور پھر اس کھڑکی پر بیٹھ کر سامنے شنٹنگ کرتے ہوئے
انجنوں اور دندناکر گزرتی ہوئی ٹرینوں کو دیکھ دیکھ کر سوچتی تھی کہ لوگ تیزی
سے زندگی کے پیچھے بھاگتے ہیں۔ انھیں اپنی ذات سے متعلق سوچنے کی فرصت
بھی نہیں ملتی ——— اور ہاں وہ تیلی راجہ جو ایک تارے پر رام لیلا گاتا تھا ——
عمر کے تفاوت کے باوجود وہ میرا کیسا دوست تھا۔ میں چپکے سے ماں
کے صندوق سے پیسے اُڑالاتی اور اُس کی بند مٹھی میں رکھ دیتی ——— وہ بھی
تو کبھی مٹھی کھول کر دیکھنے کی زحمت نہ کرتا اور اک تارا چھیڑ کر بھجن گانے کے
لیے بیٹھ جاتا ——— اُس کی آواز باریک سی تھی۔ کیسی رسیلی! کبھی کبھی تو پیسے
نہ ہوتے تو میں اُس کی مٹھی کھول کر اس طرح اُس کی ہتھیلی میں چٹکی بھرتی جیسے
پیسے جمارہی ہوں اور پھر خود ہی مٹھی بند کردیتی ——— وہ مُسکراتا' خالی ہاتھ
اس طرح اپنی لمبی کرتنی کے جیب میں ٹھونس کر خالی کردیتا جیسے وہ ریزگاری
سے بھرا ہوا تھا ——— اور پھر اک تارا چھیڑتا ——— ماں بھی پلو سر پر ڈال کر
میرے پیچھے کھسک آتی ——— اور ہاں وہ شریر لونڈا جس کی ماں میری ماتا جی
کے پاس آتی جاتی تھی۔ کیسے دیدے مٹکا مٹکا کر مجھ سے کہا کرتا تھا ———
'مجھے بالکل اپنی جیسی پتنی لادو یا پھر تم ہی اتنی چھوٹی ہو جاؤ کہ میں تمھیں
بیاہ سکوں "——— یہ باتیں اُس کی ماں نے اُسے سکھائی تھیں ——— سنتی ہوں

کہ ماں مر گئی ہے ۔ یہ بھی سنا ہے کہ ماں کی اس سہیلی نے آخری وقت تک
اس کی نگرانی کی ہے ___ میری ماں کو میرے غم نے ہی تو مارا ہے ۔ شانوجہ
لیکن میرا دل نہ پسیجا ۔ کیسی شرم دامن گیر تھی ___ تجھے پیٹ میں چھپا کر
بھی تو میں اپنی ماں کے سینے سے لگ کر رو سکتی تھی ___ سارے پاپ
ڈھل جاتے تھے ___ اور نہ بھی ڈھلتے تو کیا ہو جاتا ___ غم کے وہ بادل
تو دل پر سے چھٹ ہی جاتے ۔ آج جن کے سائے میں کتنے ہی انجانے راستوں
پر میں بھٹک بھٹک گئی ہوں اور ان راستوں پر مجھے صرف تیرا سہارا ہی تو
تھا شانوجہ ! لیکن تو نے بھی اچھا کیا ___ لوگ کہتے ہیں یہ کلجگ ہے
جو جیسا بوتا ہے ویسا ہی کاٹتا ہے ۔ ماں نے تڑپ تڑپ کر پتہ نہیں ۔ مجھے
کیسی بد دعا دی تھی کہ تو آج مجھے رلا رہا ہے ۔ چلو یوں ہی سہی ___
اس کی جنم ساری محروم میاں بھو کر میں اگلے جنم کی تیاریاں کر لوں گی لیکن
اس طرح جی لینا تو سہل نہیں ہے ۔

رنج و غم کے وہ بادل جو تین روز سے کوشلیا کے سر پر سایہ فگن تھے
ذرا کی ذرا چھٹے تھے ___ خوشی کی تازہ اور نرم دھوپ اس کے وجود میں
پھیلی تھی اور نہانے کے بعد مسکراہٹ بن کر اس کے ہونٹوں پر چھا گئی تھی ۔
پھر یہی نرم دھوپ آواز کا جادو بن کر پھوس کے جھونپڑے میں تیر تی
پھر رہی تھی کہ شانوجہ نے کوشلیا کو پھر اداس کر دیا ___ اپنے اندر چھپی ہوئی

اس دھوپ چھاؤں کی کیفیت کو ابھی وہ جھٹلا بھی نہ سکی تھی۔

کاکا نے جھیل کی سیر کرا کے اس نوجوان خوبصورت جوڑے کو گیسٹ تک چھوڑا اور خود ہی دو پیلے گلاب جاتے وقت اُس نے ان کی نذر کر دیے کیونکہ اپنے اس فرض کو ادا کرنے کے لیے کوشلیا ابھی تک چمن میں نہیں آئی تھی ـــــ نوجوان جوڑا چلا گیا تو کاکا کٹیا میں چلا آیا ـــــ کوشلیا سج دھج کر باہر ہی آ رہی تھی ـــــ کاکا نے اس کو اس عالم میں دیکھا تو اُس کو کوشلیا سے اپنی خوشیاں چھپانی پڑیں ـــــ دعائیں دے کر کاکا نے صرف اتنا کہا کہ دُکھ درد کا ہنس ہنس کر مقابلہ کرنا چاہیئے کوشی۔ ـــــ کوشلیا نے کاکا کی بانہہ پکڑ کر اُس کو چمن میں واپس لاتے ہوئے کہا۔

"آج ڈیریا لڈ آ رہا ہے ـــــ آج اُس کے ساتھ میں نے سوچا ہے کہ میں بھی بر دولے چلی جاؤں تاکہ شانوجہ کا دہیں انتظار کر سکوں ـــــ اپنی آنکھوں سے دیکھوں بھی کہ وہ کس کے ساتھ آتا ہے۔"

"تم کیا کرو گی دیکھ کر ـــــ اسے دیکھ کر تمھیں زیادہ ہی دُکھ ہو گا ـــــ وہ کسی کے ساتھ آئے تمھیں کسی سے اُلجھنا نہیں چاہیئے۔ خوشی سے اس کا انتظار کرو تاکہ وہ یہاں واپس آ جائے۔"

"میں کچھ نہیں کروں گی کاکا ـــــ دیکھوں گی کہ وہ مجھ سے آنکھیں چار کر سکتا ہے یا اتنا سفاک ہو گیا ہے کہ اپنے کیے پر اُس کو کوئی پچھتاوا نہیں۔

— آج مجھے اپنی ممتا کا امتحان لینا ہے کاکا۔ آج مجھے دیکھنا ہے کہ شانوجہ کے لیے میں کوئی فیصلہ کر سکتی ہوں یا خود اپنے بارے میں مجھے کوئی فیصلہ . . . . شانوجہ میری زندگی ہے۔ میں نہیں جانتی کہ اپنی اس زندگی سے کیا سلوک کرنا ہے — تم ٹھیک ہی کہتے ہو کہ اُس سے دور رہنے میں مل کر مجھے زیادہ دکھ ہو گا — لیکن اب دُکھ درد کے سوا رہ ہی کیا گیا ہے۔"

کوشلیا ہارے ہوئے جواری کی طرح مسکرائی، اُس نے ہاتھ بڑھا کر گلاب توڑ لینا چاہا تو کانٹا اُس کی اُنگلی میں چبھ گیا۔ اُنگلی کو اپنے دوسرے ہاتھ سے دبا کر اُس نے سُرخ خون کی ایک بوند نکالی اور آنچل سے خون پونچھ کر اپنا لب زبان سے انگلی کے ننھے سے زخم کو لگا دیا جس میں سوزش ہو رہی تھی — پھر گلاب توڑ کر سونگھتے ہوئے اُس نے کاکا سے پوچھا تم نے شانوجہ کے بارے میں تفصیل سے کچھ نہیں بتلایا۔

"میں بتلا بھی کیا سکتا ہوں — صمصام دین کے بتلائے ہوئے پتہ پر میں نے اُس سے ملنے کی کوشش کی۔ کہلا بھیجا کہ شانوجہ سے ملنے کے لیے اُس کا کاکا آیا ہے۔ مجھے ٹکا سا جواب دے دیا گیا کہ یہاں کوئی شانوجہ نہیں ہے اور یہ خانوں کے سردار کا گھر ہے۔ میں نے پہرہ کے ایک نوجوان سے دوستی بڑھائی۔ اُس کو ہوٹل میں دوپہر کا کھانا کھلایا۔ چائے، پان اور

سگریٹ سے اُس کی تواضع کی۔ اُس نے بتایا کہ سردار آج شہر جا رہا ہے اور وہ خوبصورت سی لڑکی جو اُس کے ساتھ ہے نہ اپنے گھر چلی جائے گی۔ سرداروں کا لاکھا آدمی ہے ___ پہرہ دار نے مجھے بتایا ___ کاکا کہہ رہا تھا اور کوشلیا ہمہ تن گوش تھی ___ لونڈیا کسی اچھے گھر کی معلوم ہوتی ہے۔ بڑی پٹاخہ ہے، بڑی پیاری۔ خان کا کوئی مُنہ چڑھا اسسٹنٹ ہے وہ اُسے پہنچانے کے لیے آئے گا ___ خان بڑا گتہ دار ہے۔ بڑی بڑی سرکاری عمارتیں خان ہی نے بنوائی ہیں۔ رہن بستی میں جذامیوں کا جو دوا خانہ بن رہا ہے۔ یہ دوا خانہ رہن بستی سے ساڑھے چار میل کے فاصلہ پر ہے۔ خان کی نئی معشوقہ کچھ ہی دیر ہوئی خان کے ساتھ اس نئی عمارت کو دیکھنے گئی ہے۔

میں نے چُپ رہنا ہی بہتر سمجھا اس پہرہ والے سے جس کا نام شاید کلیم خاں تھا، میں نے بس یہ کہا کہ میرا اپنا نور نظر یہاں کسی خان کے گھر میں ملازم ہے۔ میں اسی سے ملنے کے لیے یہاں آیا تھا۔ اس پر کلیم خاں نے مجھے خانوں کے دوسرے گھروں کے پتے دیے۔ ساتھ ہی یہ بھی بتلایا کہ اب اس بستی میں کوئی خان ایسا خوشحال نہیں ہے جو بھاجی ترکاری کے لیے کسی چھوکرے کو ملازم رکھے۔ ویسے سود کا پیسہ ان گھروں میں بھی کم نہیں لیکن دل ہر ایک کے پاس کہاں ہوتا ہے۔

ہوٹل سے نکل کر میں پھر پہرے نالے کلیم خاں کے ساتھ باتیں کرتا سردار کے گھر تک پہنچا۔ راستے میں باتوں باتوں میں اتنا تو معلوم ہو سکا کہ سردار کی نئی معشوقہ یہیں چار چھ میل دور کسی پر فضا مقام پر رہتی ہے کلیم خاں کو اس مقام کا نام یاد نہیں تھا ــــــ اُس نے بتایا کہ اس مقام کی بہت باتیں سُنی ہیں۔ سُنا ہے کہ بڑی دلچسپ جگہ ہے۔ ہر اتوار کو بہت سے لوگ دُور دُور سے سیر کو آتے ہیں۔ مسافروں کے ٹھہرنے کو جھیل کے کنارے اچھا سا بنگلہ ہے۔ میں بھی ادھر جانے کی سوچتا ہوں۔ اس بستی میں زیادہ پُرانا آدمی نہیں ہوں، شہر میں رہتا ہوں۔ سردار کے بنگلے پر ملازم ہوں۔ وہ میرے کام سے خوش ہے۔ مجھے ترقی دے کر یہاں لے آیا ہے۔ میں یہاں کے پہریداروں کا حوالدار ہوں۔ سردار مہینے میں چار چھ بار یہاں ضرور آتا ہے۔ جذام کے دواخانے کے کام کا معائنہ کرتا ہے اور مزدوروں میں اپنے سامنے مزدوری تقسیم کرواتا ہے۔ دل کا اچھا ہے، نظر کا اچھا نہیں۔ مزدوروں کو اُن کی ضروریات پر پیشگی رقومات دے دیتا ہے لیکن کسی کی بہو بیٹی پر بُری نظر ڈالنا بھی شرافت نہیں ــــــ اپنے ہی ماتحتین کی بہو بیٹیوں پر بُری نظر ڈالنے میں بھی اُس کو عار نہیں ــــــ یہی ایک بات بُری ہے ــــــ مہینہ بھر پہلے وہ کسی برہمن لڑکی کو لے آیا تھا ــــــ مگر اس عشق میں خان کو بہت پریشانی اُٹھانی پڑی ــــــ پولیس کو بہت سا روپیہ کھلایا گیا۔

تب کہیں جا کر مشکل ٹلی۔ لڑکی کے ماں باپ بھی شہر کے کھاتے پیتے لوگ تھے ـــــ لیکن لڑکی جتنے دن یہاں رہی، میں تمھیں ایمان کی بات بتلاؤں خوش رہی۔ میں نے اُس کو کبھی اُداس نہیں دیکھا۔ میں یہ اس لیے کہنا چاہتا ہوں کہ وہ لڑکی بھی راضی خوشی تھی۔ لیکن اُس کے والدین نے اغوا کا کیس بنا کر خان کو پریشان کیا۔ لیکن خان کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔ اُس نے پولیس ہی کو خرید لیا۔

ہم یہی باتیں کرتے سردار کے گھر تک پہنچے تھے کہ بڑا سا موٹر آتا ہوا نظر آیا۔ کلیجے خاں نے مجھے ادب سے کونے میں ہٹ کر ٹھہر جانے کو کہا اور خود پہرہ داروں کی طرح اٹین شن ہو گیا۔

موٹر جب گیٹ میں داخل ہونے لگا تو اُس کی رفتار بہت ہی کم ہو گئی ـــــ میں نے شانوجہ کو اچھی طرح دیکھا ـــــ وہ لال ساری میں پیاری سی دلہن نظر آتا تھا۔ بالوں کا جوڑا باندھ کر اُس نے جوڑے میں پھول لگا رکھے تھے ـــــ موٹر تیزی میں ہوتا اور اگر میں اُس کی صرف جھلک دیکھ سکتا تو میرے لیے پہچاننا مشکل ہوتا ـــــ مشکل تو مجھے اس وقت بھی ہوئی لیکن خود شانوجہ نے بھی مجھے دیکھ لیا تھا اور اُس کی نظروں نے مجھے اُس کو پہچان لینے میں مدد دی ـــــ

کاکا اُس کے بعد خاموش ہو گیا۔

کوشلیا کہنے لگی ـــــ

"اور وہ آج رات یہاں پہنچ رہا ہے ـــ خان کا اسسٹنٹ اُس کو چھوڑنے کے لیے یہاں موٹر پر لائے گا۔"

کوشلیا نے شانوجہ کی کہانی کو ان دو جملوں پر ختم کر دیا جسے اب تک کا کاشارہا تھا لیکن یہ دو جملے کوشلیا نے اس طرح ادا کیے جیسے بکرا رہی ہو۔

لمبی سیاہ زلفیں چونکہ اب خوبصورت جوڑے میں تبدیل ہو کر پھولوں کی منتظر تھیں اس لیے کوشلیا نے جوڑے میں اس گلاب کو ٹانک لیا جسے شانوجہ کی روداد سُننے کے دوران میں وہ سونگھتی رہی تھی ـــــ اُسے پہلی بار محسوس ہوا تھا کہ یہ پھول کاغذی ہو گئے ہیں۔ اُن میں کوئی خوشبو نہیں ہے۔ اس لیے دو اور خوبصورت سے گلاب توڑے اور بغیر سونگھے جوڑے میں سجا کر چمن میں اس طرح ادھر اُدھر دیکھا جیسے ہرنی اپنی ٹکڑی سے بچھڑ کر دیکھتی ہے۔

گچھے دار لال پھولوں کی ہری بیل کے پیچھے جو چمن کے حصار کی طرح اطراف میں پھیلی ہوئی تھی صمصام زین اسے گیٹ کی طرف آتا ہوا نظر آیا ـــ وہ بہت تیز تیز اس طرف کو آ رہا تھا ـــ گیٹ میں داخل ہوا تو کوشلیا مسکراتی ہوئی اُس کی طرف بڑھی ـــ صمصام زین اس التفات پر

جانے سے باہر ہوا جا رہا تھا ـــــ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا کوشلیا نے
اس ہمدردی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا:
"صَمَم تم نے میرے لیے بہت کچھ کیا۔ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ
میں تمھاری ہمدردیوں کے جواب میں کچھ کہہ سکوں۔"
"خاموشی سے کسی بات کا اعتراف کر دینا زیادہ قدر و قیمت رکھتا ہے"
ـــــ صمصام دین نے اُس طرح کہا جیسے کوشلیا کے سامنے بات کرنے کا سلیقہ
اُسے آ گیا ہو۔
"تمھارا یہ وقت تو بڑی مصروفیات کا ہے پھر تم کیسے آ گئے؟"
صمصام دین کی نظریں کوشلیا کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں ـــــ اور
وہ پہلی بار کوشلیا کو ان نظروں سے دیکھ رہا تھا۔
کوشلیا نے صمصام دین کی حالت دیکھی تو اُس کو اُس پر ترس آیا۔ وہ
بالکل بھول چکی تھی۔ اُس نے آج ہی بڑی سنجیدگی سے صمصام دین کے بارے
میں کچھ سوچا بھی تھا۔
"کیسی کیسی مہمل باتیں میں نے سوچی تھیں ـــــ کوشلیا پھر اُس موڈ
میں آ گئی تھی کہ بڑی سفّاکی سے اپنے ہی جذبات کا جس کے بارے میں کچھ
ہی دیر پہلے وہ سنجیدہ تھی مذاق اُڑا رہی تھی۔
صمصام دین نے خواب سے چونکتے ہوئے کہا۔

ہیتیسن نے سعید صاحب سے پوچھا ہے کہ کوئی پارٹیشن آپ لوگوں کے لئے
ا سکے اس لیے کہ آج لوگ کچھ زیادہ ہی ہیں شاید آپ لوگوں کے آنے تک
خالی نہ رہیں۔ اس لیے اگر وہ کہتے ہیں تو رزرویشن کارڈ لگایا جا سکتا ہے۔
لیکن وہ ہیں کہاں! —— تو وہ یہاں آئے نہیں۔"
" اچھا —— تو پھر آتے ہی ہوں گے —— وہ آچکے ہیں۔ میں نے خود
ہے۔"
" خیر وہ آجائیں گے —— لیکن صمصام تم مسٹر ہینسن سے کہہ دو کہ کیبن کی
ت نہیں ہے۔ آج ہم فیوزرے نہیں آئیں گے۔"
" آ بھی جایئے نا —— دل بہل جائے گا۔"
" تو گویا تم ہینسن کی وکالت بھی کرنے لگے ہو؟"
" نہیں نہیں —— ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے تو صرف آپ کے
ر چاہا تھا۔
کوشلیا صمصام زین کی معصوم بوکھلاہٹ پر ہنس پڑی۔
وہ بھی ہنسنے لگا۔
" تو پھر کہہ دوں کہ . . . "
" ہاں بالکل قطعی —— "
صمصام زین لوٹ رہا تھا کہ کوشلیا نے ٹریا آلڈ کو گیٹ میں داخل ہوتے

ہوئے دیکھا ـــــ

"لو وہ آ گئے سعید صاحب۔"

ڈیر بالڈ کی شخصیت گرے رنگ کے فل سوٹ میں نکھر رہی تھی۔ اُس نے قریب آکر بڑی بے تکلفی سے کوشلیا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور صمصام زین کی پرواکیے بغیر دوسرا ہاتھ اُس کی کمر میں ڈال کر اُس کو اپنے بالکل قریب کر لیا۔

کوشلیا کے لیے یہ بات کسی طرح نئی نہیں تھی لیکن آج اُس نے صمصام زین کی موجودگی کو جانے کیوں بڑی طرح محسوس کیا اور غیر شعوری طور پر کچھ کھسک کر ڈیر بالڈ سے الگ ہو گئی۔

"کہو ڈارلنگ، کدھر آ گئے ہیں یہ صمصام زین بہادر۔ یہ ہیلین کے کزن۔"

صمصام زین' بہادر کے خطاب پر اپنی جھکی جھکی نظروں کو اُٹھا کر مسکرایا۔

"ہیلن نے پچھوایا ہے کہ اگر ضرورت ہو تو کوئی کیبن انگیج کیے دیتے ہیں۔ اس لیے کہ فیوزرے میں آج کچھ زیادہ ہی لوگ آ رہے ہیں ـــــ لیکن میں نے کوئی ضرورت محسوس نہیں کی۔"

"بھلا اس میں ضرورت کا کیا سوال ہے ـــــ صرف محسوسات کی بات ہے۔"

ڈیر بالڈ نے کوشلیا کے جوڑے کے گلاب کو درست کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں آج میں فیوزرے چلنے کے موڈ میں بالکل نہیں ہوں ـــــ تم سے

بہت سی باتیں کرنی ہیں۔"

"باتوں کے لیے نیوز رے سے اچھی جگہ کون سی ہو سکتی ہے جان۔"

"میں نے کہہ دیا نا کہ نہیں۔"

"تو پھر تعمیلِ حکم ہو۔" ـــــ ڈیر باللہ نے صمصام دین سے مخاطب ہو کر کہا ـــــ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائے اور پھر ہنسنے لگے۔

صمصام دین جا چکا تو ادھر اُدھر نظریں دوڑا کر ڈیر باللہ نے کوشلیا کی گردن چُوم لی جو کر پھولوں سے سجے ہوئے جوڑے کے نیچے واقعی پیاری لگ رہی تھی۔

"کاکا یہیں کہیں ہوگا" ـــــ کوشلیا نے پرے ہٹتے ہوئے کہا۔

"چلو پہلے کاکا سے مل لیتے ہیں۔"

ڈیر باللہ نے پیچھے ہی سے پکار کر کاکا کو سلام کیا جو جوہی کے پودوں کی جڑوں میں صفائی کر رہا تھا۔

"اچھا ہوا جو تم آگئے ہو سعید میاں۔" کاکا نے ڈیر باللہ کو مخاطب کر کے کہا۔ "تین چار روز سے یہ رو رو کر ہلکان ہوئی جاتی ہے ـــــ نہ تمھارا خط آنے پر اُس نے آدمیوں جیسی صورت بنائی ہے نہ تو ہر کونے پکڑے ہیں، میں نے اُس کے آنسو دیکھے ہیں ـــــ تم آگئے ہو تو جیسے اُسے ہمت سی آگئی۔ دیکھو کس طرح مزے سے مسکرا رہی ہے جیسے ان چھ دنوں میں اُس پر کچھ بیتا ہی نہیں۔"

"بات کیا ہے کاکا؟"

"بات کیا ہوگی ـــــ بس یوں ہی اُس کی قسمت کا چکر ہے۔ لونڈا اب بالکل آوارہ ہوگیا ہے پہلے فیوزے اور پروڈلے کے اطراف گھوم پھر کر بڑی رات کو کبھی آ تو جاتا تھا ـــــ ـــــ کوئی چار چھ دن سے پتہ ہی نہ تھا اور یہ ادھر اُدھر کی باتیں سُن کر رو رہی تھی ـــــ آج صمصام زین نے اُس کا پتہ اُٹھایا ہے ـــــ میں بھی رہن بستی ہو آیا ہوں۔ شانو جہ کو دیکھ آیا ہوں، اپنی انہی آنکھوں سے جنھوں نے خوشیاں کم غم زیادہ دیکھے ہیں ـــــ لیکن شاید مجھ پر بھی یقین نہیں کرتی ـــــ شانو کی ساری گرندوانہ سُنی ہے ـــــ رہم ہوتی ہے ـــــ روتی ہے۔ کہتی ہے کہ اس کی صورت نہیں دیکھوں گی لیکن پھر تھوڑی تھوڑی دیر سے کسی نہ کسی حیلے مجھ سے پوچھتی ہے:۔

"تم اپنی آنکھوں سے اُسے دیکھ آئے ہو نا کاکا؟"

"پگلی کہیں کی ـــــ ان دنوں تمھاری اُس کو ضرورت تھی سعید میاں۔ اچھا ہوا جو تم آگئے۔"

کاکا نے بغیر رُکے ساری باتیں ڈیریالڈ کو بتلا دیں اور پھر جوہی کے پودوں میں جھک گیا۔ جیسے کوشلیا کی طرف سے مطمئن ہو گیا ہو۔

ڈیریالڈ نے کٹیا کا رُخ کرتے ہوئے کہا ـــــ "چلو کوش مجھے اچھی سی چائے پلانا ـــــ بلکہ میری رائے میں فیوزے چلی چلو۔"

"نہیں — تم ایک کام کرو — میں تمھارے لیے چائے بناتی ہوں۔ تم اس وقت تک برودلے میں کوئی کمرہ انگیج کرآؤ — میں نے طے کیا ہے کہ آج ہم برودلے میں ٹھہریں گے۔ تم جلدی سے ہو آؤ تو پھر میں تم سے جی بھر کر باتیں کروں۔ ڈرتی ہوں کہ سارے کمرے انگیج نہ ہو جائیں۔"

"گڈ — بہت اچھی بات ہے — تو پھر میں ابھی آتا ہوں — اور ہاں تو میں بھول ہی گیا — وہ دیکھو —"

کوشلیا نے ڈیر بالڈ کی انگلی کی سیدھ میں دیکھا۔ پتھر کی بنچ پر اُس کا خوبصورت سا سوٹ کیس دھرا تھا۔

"لو چلو میں کٹیا تک پہنچا دوں" — دونوں اُس بنچ کی طرف بڑھے۔ کوشلیا نے سوٹ کیس کا ہینڈل پکڑ کر اُٹھایا — "ہلکا ہے — میں لے جا سکتی ہوں۔"

"نہیں جان — میں ان نازک ہاتھوں کو زحمت نہیں دوں گا۔"

"مجھے کچھ نہیں ہوگا — میں کوئی چھوئی موئی ہوں۔"

"تو پھر یہ چابیاں بھی لے جاؤ — اپنی ضرورت کی چیزیں اس میں رکھ لو — میں نے تمھاری پسندیدہ بیر کے لیے ایک بہت عمدہ مگ لیا ہے۔ بلجیم کا کٹ گلاس ہے — تمھارے ہونٹوں تک پہنچے گا تو اور حسین ہو جائے گا۔"

"اچھا اب شاعری چھوڑ دو بھی" — کوشلیا نے مسکرا کر چابیاں ڈیر بالڈ

سے لیتے ہوئے کہا ___ اور سوٹ کیس اٹھائے تھوڑا سا ایک طرف کو جھک کر وہ کٹیا کی طرف جانے لگی تو ڈیریالڈ کھڑا اس کو کمر کھاتے ہوئے پتنگ کی طرح بجائے فضاؤں کے زمین پر ڈولتا ہوا دیکھتا رہا۔

کوشلیا نے پلٹ کر دیکھا تو اس کو ڈیریالڈ کا اس طرح اپنی طرف دیکھتے رہنا اچھا سا لگا ___ اس نے ادائے دلبری سے پکار کر کہا ___ چلو جلدی سے ہوآؤ۔ ابھی تک یہیں کھڑے کیا دیکھ رہے ہو ___ اور ڈیریالڈ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا روانہ ہو گیا۔

مٹی کے تیل کا اسٹوو جلا کر پہلے کوشلیا نے چائے کی کیتلی اس پر رکھ دی۔ وہ گنگنا رہی تھی ؎

ہم بھی ہیں ایک عنایت کی نظر ہونے تک

دوسرا مصرعہ جو دراصل پہلا مصرعہ تھا اُسے اب بھی یاد نہیں آ رہا تھا۔

اُس نے اپنا ایک معمولی سا کپڑوں کا جوڑا نکال کر رکھنے کے لیے ڈیریالڈ کا سوٹ کیس کھولا۔ سوٹ کیس میں ڈیریالڈ کا صرف ایک نائٹ سوٹ، ایک شرٹ اور ایک پتلون تھا اور تولیے میں کوئی چیز بڑی احتیاط سے لپٹی ہوئی تھی۔ اُس نے کھول کر دیکھا۔ ایک بہت ہی خوبصورت سا نگ تھا جو یقیناً بدیسی تھا۔ سوٹ کیس کی وہ پرس جس پر زپ لگی ہوئی تھی کچھ پھولی ہوئی سی تھی۔ کوشلیا نے زپ کھینچ کر وہ پلندہ نکالا جو اس میں محفوظ تھا۔ اُس میں

کوشلیا کے اپنے لکھے ہوئے خطوط تھے اور خطوط کے بیچ میں سو سو روپے کے کئی نوٹ تھے ـــ کوشلیا نے انھیں گنا ـــ پورے اکتالیس تھے ـــ چار ہزار ایک سو روپے۔

اتنا بہت سا روپیہ اُس نے اپنے ساتھ کیوں رکھا ـــ؟ یہ بات ایک سوالیہ علامت بن کر اُس کے ذہن میں اُبھری ـــ اور ڈیریالڈ نے مجھے کچھ بتایا نہیں۔ چابیاں دے کر اُس نے یہ بھی تو نہیں کہا کہ انھیں حفاظت سے رکھنا ـــ وہ مجھ پر کتنا بھروسہ کر رہا ہے۔

ڈیریالڈ کی یہی باتیں کوشلیا کے صبر و ضبط کا امتحان لیتی تھیں ـــ مجھ پر تمھیں اتنا اعتماد ہے۔ اُس نے دل ہی دل میں سوچا۔ اُسے اس لمحہ وہ سب لوگ یاد آئے جو اُس سے محبت کی باتیں تو کرتے تھے لیکن سونے سے قبل اپنی جیب سے ایک ایک پیسہ نکال کر گن لیتے تھے۔ زندگی کے اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ڈیریالڈ ہی میرے لیے بہت کچھ ہے۔ ایسی قندیل کے مانند جو اپنی کسی خرابی کی وجہ سے بھڑک تو اُٹھتی ہے لیکن احتیاط سے بتی کو نیچے اُوپر کرکے کوشلیا اُس کو راستہ دکھلانے کے قابل بنا لینے کا گُر جان گئی ہے۔ اُس نے محسوس کیا کہ اُس کے اطراف اندھیروں اُجالوں کا ایک جال سا بن گیا ہے۔ ـــ شانتی جیہ اُسے مایوسی کے اندھیروں میں ڈھکیل رہا ہے اور ڈیریالڈ اُس کو اُمید کی روشنی دکھلا کر زندگی کی طرف کھینچ رہا ہے۔

چائے کا پانی کھولنے لگا تو اُس نے اسٹوو کے شُعلے کو کم کرنے کے لیے میٹر سے تھوڑی سی ہوا نکال دی تاکہ ڈیر بالڈ کی واپسی پر پتی ڈال کر چائے تیار ہو سکے پھر اُس نے نکالے ہوئے سارے کپڑے سوٹ کیس میں رکھ دیئے اور اپنے خطوط اور نوٹوں کے پلندے کو اُسی جگہ پر رکھ کر سوٹ کیس کو مقفل کر دیا۔

کھڑکی سے جھانک کر اُس نے کاکا سے پوچھنا چاہا کہ کیا وہ بھی چائے پیئے گا۔ لیکن کاکا جھیل کے پودے کے پاس نہ تھا ـــــ کوشلیا اس کھڑکی سے ہٹ آئی اور مشرق کی جانب کھلتی ہوئی کھڑکی سے دیکھا تو کاکا تین مسافروں کو بجرے میں بٹھائے جھیل کی سیر کرا رہا تھا۔ ان میں دو مرد تھے اور ایک عورت تھی۔ عورت کی گود میں بچّہ تھا۔ بچّہ کی موجودگی نے شک و شبہہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں رکھی تھی۔ اُس کے ذہن میں یکایک خیال آیا کہ ڈیر بالڈ اور پیارے لال کو پہلے پہل جب اُس نے جھیل کی سیر کرائی تھی ـــــــــــــــــــ

ـــــــــــــــــــ تو اسی طرح دو مرد تھے، ایک عورت اور ایک بچہ ـــــ کاکا اسی طرح بے نیاز اپنی ہی دھن میں چپّو چلا رہا تھا۔ وہ سوچنے لگی کہ اس دن کو اپنی زندگی کے اچھے دنوں میں شمار کرنا چاہیئے یا بُرے دنوں میں ـــ اس دن جہاں ڈیر بالڈ کی ہمدردیاں اُسے نصیب ہوئیں وہاں پیارے لال نے شانوجہ کو اُس سے چھین لیا۔

پیارے لال نہ آتا اور وہ دل دہلا دینے والا حادثہ اگر نہ ہوتا تو شاید

پیارے لال شانوجہ کو تباہی کے اُس راستے پر نہ لے جا سکتا جس کا ذکر ڈیربالڈ نے اپنے حالیہ خط میں کیا ہے کہ پیارے لال برابر شانوجہ سے ملتا رہا ہے ـــــ کچھ سوچ کر اُس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ دن اُس کی زندگی کا منحوس ترین دن تھا۔

قدموں کی چاپ سُن کر وہ پہچان گئی کہ ڈیربالڈ آرہا ہے ـــــ اس پر کبھی بھی اس بات کا اظہار نہیں کرنا چاہیے کہ وہ اس سے ملاقات کے پہلے دن کو اپنی زندگی کا منحوس ترین دن سمجھتی ہے۔ دل میں اُس نے ارادہ کر لیا کہ کسی کمزور لمحے میں بھی وہ ڈیربالڈ سے کوئی بات نہیں کرے گی جس سے یقیناً اُس کا دل دُکھے گا۔

قریب ہوکر قدموں کی چاپ بجائے اس کے کہ زیادہ واضح اور نمایاں ہو جاتی کچھ اور مدھم پڑ گئی ـــــ کوشلیا جان گئی کہ ڈیربالڈ دبے پاؤں اُس کے قریب آرہا ہے تاکہ اُس کو ان خیالوں سے چونکا کر نکال سکے جن میں وہ زنجیر ہو گئی ہے ـــــ!

کسی نے پیچھے سے اُس کی آنکھیں دونوں ہاتھوں سے ڈھک لیں اور پھر چٹاچٹ اُس کے گال چوم لیے ـــــ ان ساری باتوں کی عادی ہونے کے باوجود اس کا چہرہ سُرخ ہو گیا ـــــ یہ سُرخی ڈیربالڈ سے جذباتی لگاؤ کا صاف اظہار تھی۔

"چھوڑو بھی پہلے مجھے یہ بتاؤ تمھیں کمرہ مل گیا ہے یا نہیں۔"

"مل گیا ہے۔ ہم دونوں ہی کو ایک ایک کمرہ مل گیا ہے۔" ــــ کوشلیا چونک سی گئی ــــ پلک جھپکنے میں اُس کی آنکھوں پر سے ہاتھوں کی گرفت ہٹ گئی تھی اور اُس نے دیکھ لیا تھا کہ شانوجہ سامنے کھڑا مسکرا رہا ہے ــــ وہ مبہوت ہو کر رہ گئی۔

اس غیر متوقع حادثہ کے لیے وہ بالکل تیار نہیں تھی ــــ ہر جذبے سے عاری خالی خالی نظروں سے وہ اُسے تکتی رہی۔ پھر اُس کا سر چکرا گیا۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا ــــ آنکھیں بند کر کے وہ ہواؤں میں جھومتے ہوئے سرو کی طرح دیکھتے دیکھتے جھوم کر رہ گئی ــــ شانوجہ نے بڑھ کر اُسے سنبھالا۔ سہارا دے کر پلنگ کی پٹی پر بٹھایا اور اُس کی بانہہ پکڑ کر اُسے جھنجھوڑتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"کیا ہو گیا ہے تجھے ماں ــــ دیکھ میں آ گیا ہوں۔"

کوشلیا نے سنبھل کر آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں۔ شانوجہ کو پلکیں جھپکا کر غور سے دیکھا۔ پھر یکایک چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر سسکنے لگی ــــ شانوجہ کھاٹ کی پٹی پر اُس کے قریب ہو آیا ــــ "ماں!"

وہ بپھری ہوئی شیرنی کے مانند اُٹھی ــــ "ماں ــــ مجھے ماں مت کہنا۔

"میں تیری ماں نہیں ہوں ــــ اچھا ہوتا اگر تُو مر جاتا اور میں ماں

پکارے جانے کے لیے ترس ترس کر رہ جاتی ــــ میں سوچتی تھی ــــ میں تو سوچتی تھی کہ جب تو بڑا ہو گا تو مجھ سے کہے گا کہ کاش تم میری ماں نہ ہوتیں اور میں فخر سے سینہ تان کر چلوں گی کہ میں بہرحال تیری ماں ہوں، تیرے نہ کہنے سے کیا ہوتا ہے ــــ لیکن آج مجھ جیسی ماں تجھ سے کہہ رہی ہے کہ کاش تو میرا بیٹا نہ ہوتا ــــ تو نے کبھی آئینے میں اپنا قد دیکھا ہے۔ اپنے ہاتھ پیر دیکھے ہیں، اپنا سینہ دیکھا ہے ــــ تجھے معلوم بھی ہے کہ ماں جب اپنے بیٹے کو عمر کی اس منزل میں دیکھتی ہے تو رعونت کی حد تک خود اعتمادی اُس میں پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے کو عام عورتوں سے بلند و برتر سمجھنے لگتی ہے۔ لیکن تو نے میری زندگی کو اُٹھا کر کھائی کے اندھیروں میں پھینک دیا ہے۔ اس سے اچھا تو یہ ہوتا کہ خود مجھے پھینک دیتا تاکہ تجھے دیکھنے کے لیے زندہ نہ رہتی۔

شانوجہ میں نے کیا کیا سوچ رکھا تھا ــــ میں سوچتی تھی کہ تو شرم سے میرے سامنے بھی آ نہ سکے گا۔ تیرا کاکا تجھے پکڑ کر مجھ تک لائے گا۔ لیکن تو کس قدر سفاک ہے۔

تجھے اپنے کیے پر کوئی پچھتاوا بھی تو نہیں ــــ لجا اور شرم کے لفظ تو نے شاید کبھی سُنے ہی نہیں ــــ تجھے آخر یہ کیا ہو گیا ہے شانوجہ ــــ تجھے آخر یہ سب کیا ہو گیا ہے؟ اور کوشلیا نے پھر اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا۔

"ماں تو یہ مجھ سے پوچھ رہی ہے کہ لجّا اور شرم کے لفظ میں نے سُنے ہیں۔
—— تو جانتی ہے کہ تو مجھ سے کیا پُوچھ رہی ہے —— اور دولے گیسٹ ہاؤس میں
آج ہم دونوں کے کمرے اتفاق سے ایک دوسرے کے برابر برابر ہیں۔ ایک دیوار
بیچ میں حائل ہے ماں۔ ایک کمرے میں پیارے لال کے ساتھ میں ٹھہرا ہوں اور
دوسرے میں سعید زماں کے ساتھ تو رہے گی —— میں اپنی شرم کی گٹھری اُٹھا
لاؤں گا تو اپنی لجّا سمیٹ لا —— رات گزر جائے تو صبح کو ہم ایک دوسرے
کا چہرہ اُجالے میں دیکھیں گے، پھر تو مجھے ایک بار، صرف ایک بار بیٹا پکار
لینا۔ اور مجھے بھی اتنی اجازت دینا کہ میں بھی تجھے صرف ایک بار ماں پکار لوں۔"
اور شانوجہ ٹوٹ گیا —— آنکھوں پر سے ہاتھ ہٹا کر کوشلیا نے اُس کو
باہر نکلتے ہوئے دیکھا —— پھر کسی غیر ارادی قوت نے اُس کو سہارا دے کر
اُٹھایا —— سحر زدہ عورت کی طرح وہ جیسے سوتے میں اُس کے پیچھے چلتی ہوئی
کٹیا کے دروازے تک آئی —— شانوجہ تیز تیز قدم اُٹھاتا ہوا احاطے
کی ہری بھری باڑھ کے قریب پہنچ گیا تھا جس پر لال لال گچھے دار پھولوں
کی بیلیں چڑھی ہوئی تھیں —— کاکا بجرہ لے کر تینوں مسافروں کے ساتھ
جھیل میں نکل گیا تھا اور کوشلیا باڑھ کے پرے شانوجہ کو نمودار ہوتا ہوا دیکھنے
کے لئے کھڑی ہوئی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ شانوجہ بھی پلٹ کر اُس کی
طرف دیکھے۔ لیکن شانوجہ کا یہ سوال گونج رہا تھا۔

"تو جانتی ہے کہ تو مجھ سے کیا پوچھ رہی ہے؟
تو جانتی ہے کہ تو مجھ سے کیا پوچھ رہی ہے؟ تو جانتی ہے کہ ——"
وہ دل ہی دل میں شانوجہ سے باتیں کرنے لگی —— شانوجہ تو کتنا سفاک ہے —— کتنا دلبر اور کتنا ظالم —— میں تو سمجھتی تھی کہ تو تباہی کے راستوں پر چل پڑنے کے باوجود وہی شانوجہ ہے جو رات گئے گھر لوٹتا ہے تو پیر دبا کر چوروں کی طرح اپنے بستر تک آتا ہے اور چپکے سے پڑ رہتا ہے —— میں جاگتی بھی ہوں تو یوں ظاہر کرتی ہوں جیسے جاگ نہیں رہی ہوں —— اور جب یہاں کٹیا میں موجود ہی نہیں رہتی ہوں تو تجھے کتنا اطمینان ہوتا ہے —— ہم دونوں ہی ایک دوسرے سے ڈرتے رہے ہیں شانوجہ —— اور میں آج کے اسی لمحے سے خوف کھاتی رہی ہوں جو اب بظاہر گزر گیا ہے لیکن سچ پوچھو تو ایک نشتر بن کر میرے دل میں اتر گیا ہے۔
تو نے اتنی تلخ باتیں کہاں سے سیکھ لیں —— ابھی اس ناپختہ عمر میں کیا تو نے زندگی کا اتنا شعور حاصل کر لیا ہے جو تیری زبان سے ایسے جملے بھی کہلوا سکتا ہے کہ ——"رات گزر جائے تو صبح کو ہم ایک دوسرے کا چہرہ اجالے میں دیکھیں گے پھر تو مجھے ایک بار بیٹا پکار لینا اور مجھے بھی اجازت دینا کہ میں تجھے ماں پکار لوں۔"

ڈیر بالڈ اب تک نہیں آیا ـــــ وہ اُس کے لیے بے چین ہوگئی کہ وہ آئے تو اُس سے مزید تفصیلات کا علم ہو سکے ـــــ اُداس مضمحل اور تھکی ہاری جب وہ کٹیا میں واپس ہونے لگی تو اس عارضی تازگی کو جو ڈیر بالڈ کا خط پاکر اُس نے حاصل کی تھی شانوجہ نے جیسے نوچ پھینکا تھا۔

کٹیا میں پہنچ کر اُس نے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا۔ غازے اور کاجل کے کے ملے جلے سفید اور سیاہ دھبّے اُس کے چہرے پر نمایاں تھے جو اُن آنسوؤں کی چغلی کھا رہے تھے جو وہ بہا چکی تھی۔

چائے کا پانی کھول کھول کر سوکھ گیا تھا ـــــ اُس نے کپڑے سے پکڑ کر ڈھکن نکالا اور گلاس بھر پانی کیتلی میں ڈال دیا ـــــ پانی کے جلنے کی چھن چھن ہوئی اور تھوڑا سا دھواں کیتلی سے اُٹھا کر شیلا نے ڈھکن ڈھک دیا۔

میرا حال اُس خالی کیتلی سے ملتا جلتا ہے جو اسٹو پر دھری بغیر پانی کے جل رہی تھی اور جو پانی میں نے دوسری بار ڈالا ہے وہ گویا ڈیر بالڈ کا خط تھا جس نے مجھے تسکین دی تھی ـــــ لیکن اب شانوجہ نے مجھے جس آگ میں پھینک دیا ہے وہ آگ تو شاید دوزخ کی آگ ہے جسے شاید ڈیر بالڈ بھی نہیں بجھا سکے گا۔

آج جھیل سے جتنے مسافر لوٹے تھے اُن کی اکثریت زرد گلابوں سے محروم رہ گئی تھی۔ جو نئے تھے اُنھوں نے محسوس بھی نہیں کیا ـــــ جو پہلے آچکے تھے اُنھوں نے کوشلیا کو پوچھا اس کے باوجود بھی کہ کوشلیا کے ہاتھ سے گلاب لینے کے سوا اُن کا کوئی جذباتی رشتہ نہیں تھا۔ بعضوں نے خاموشی اختیار کی اور اپنی بیوی پر اس طرح اثر چھوڑنے کی کوشش کی کہ اُنھوں نے کوشلیا کے نہ ہونے پر کوئی کمی ہی محسوس نہیں کیا۔

کوشلیا نے منھ پانی سے بھگو کر صابن چہرے پر ملا ہی تھا کہ ڈیر بالڈ آ دھمکا اُس نے دروازے میں داخل ہوتے ہوئے پکارا ـــــ "کوش" ـــــ کوشلیا نے آنکھیں کھول کر اُس کو دیکھا اور پھر جھک کر نل سے گرتے ہوئے پانی کو اپنی ہتھیلیوں کی دولیوں میں بھر بھر کر چہرے پر اُچھالنے لگی۔

"میں جس وقت آیا تھا تم بالکل تیار ہو چکی تھیں ـــــ میں شاید آج ہی تم سے ملا ہوں ـــــ کیوں۔ ٹھیک ہے نا۔"

اس مذاق کے باوجود کوشلیا مُسکرائی نہیں۔ اُس نے تولیے سے چہرے کو خشک کرتے ہوئے کہا۔

"شانو جو آیا تھا ـــــ وہ ابھی ابھی گیا ہے۔"

"میں جانتا ہوں" ـــــ ڈیر بالڈ کہنے لگا ـــــ وہ لوٹتے ہوئے مجھ سے راستے میں ملا تھا۔ میں نے پوچھا بھی ـــــ کہنے لگا "تم سے مل آیا ہوں" ـــــ

اُس کے چہرے پر میں نے کوئی ملامت نہیں دیکھی — وہ بالکل مطمئن تھا — تمہاری طرح نہیں کہ شانوجہ نے تمہارے چہرے پر اتنے نقوش چھوڑے ہیں کہ پھر مجھ سے ملنے کے لیے تمھیں اپنا چہرہ دھونا پڑا — شانوجہ کو پہچاننا مشکل ہو گیا ہے۔ عورتوں کے لباس میں تو وہ بظاہر بہت کچھ بدل جاتا ہو گا لیکن اب اُس کی وہ معصومیت مر چکی ہے جو سال ڈیڑھ سال پہلے گناہ کی چادر اوڑھے تمھارا سامنا کرنے سے اُسے روکتی تھی اور وہ پنجوں پر چل کر اپنے بستر تک پہنچتا تھا۔ آج جب وہ شانوجہ مجھ سے نہیں ملا کوشش تو میں نے جان لیا کہ تم زیادہ دنوں تک اُس کا پیچھا نہ کر سکو گی۔ وہ بہت دُور نکل گیا ہے اور تمھارا اُس تک پہنچنا اب مشکل ہے۔"

"ٹھیک کہتے ہو۔"

"چلو چلیں باہر — سوچ سوچ کر پاگل ہو جاؤ گی — میں تو اس طرح سوچتا ہوں کوشش کہ ہر خوشی کو خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی جہاں سے ملے جس وقت ملے حاصل کر لینا چاہیئے — ذاتی غم کوئی غم ہی نہیں ہوتا اس لیے کہ ہر غم کے ساتھ کسی دوسرے کی ذات بھی وابستہ ہوتی ہے جسے تم اپنے دل میں بسا کر اپنا لیتی ہو اور پھر اُس کا غم تمھارا ذاتی غم بنتا ہے۔ کسی کو اس کی اجازت ہی نہ دو کہ وہ تمھارے دل کے اس اندر تک قریب آسکے — شانوجہ تمھیں نہیں رو رہا ہے۔ تم شانوجہ کو رو رہی ہو — تم جب کبھی

کسی گھنے سائے کے نیچے سستائی ہو تو تم نے اُس پیڑ ہی سے اپنے جذباتی رشتے قائم کر لیے ہیں جس نے تمھیں یہ سائے دیے تھے اور جب اور وہ پیڑ خزاں کے ہاتھوں جھلس گیا ہے تو تم اُس کی بے سرو سامانی پر آنسو بہانے کے لیے چلتے چلتے ٹھہر گئی ہو اور جانتی ہو اس کا نتیجہ کیا ہوا ـــــ مسرتوں کا وہ کارواں جو تمھارے ساتھ تھا تمھیں پیچھے چھوڑ کر نکل گیا ہے اور پھر بھولی بھٹکی تم کبھی اس کارواں سے ملی ہو تو اُس نے تمھیں پہچاننے سے بھی انکار کر دیا۔

" خیر چھوڑو بھی ـــــ چلو تیار ہو جاؤ آج میں بہت پیوں گی۔"

" ضرور پیو۔"

کوشلیا نے بہت دھیمی آواز میں آئینے کے سامنے سنورتے ہوئے کہا۔

" ضرور پیو ــــ لیکن آنسو سمجھ کر نہیں ـــ پی کر اُداس ہو جانا حماقت ہے۔ پیسہ ضائع کر کے ہم اپنی زندگی کا دُکھ درد تو کم نہیں کر سکتے اور زیادہ کر لیتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ تم نے شراب سے بے وفائی کی ہے ــــ اُس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا ــــ اور یہ بد سلوکی تم نے اکثر روا رکھی ہے ــــ پی کر عورت کو ایک شگفتہ پھول بن جانا چاہیئے۔ ایک خوشبو، ایک نغمہ، ایک تبسم ــــ لیکن پینے کے بعد اگر تم کسی پھول پر بھی غصہ کرتی ہو تو اُس کی پنکھڑیوں کو نوچ کر پھینک نہیں دیتیں بلکہ اُس کو ہاتھ میں مسل کر رکھ پڑتی ہو

"بس کرو ورنہ ابھی رو پڑوں گی ـــــ اور سُن لو آج میں رودولے نہیں چلنے کی۔"

"کیوں نہیں چلو گی ـــــ میں آج جہاں چاہوں گا تم وہاں چلو گی ـــ مجھے شانوجہ کے کمرے کے برابر ہی کمرہ ملا ہے جس میں وہ بلونت یعنی تمہارے پیارے لال کے ساتھ ٹھہرا ہوا ہے۔"

"جانتی ہوں۔"

"یہ بھی جانتی ہو؟"

"ہاں!"

"تو یہ بات بھی تمھیں شانوجہ نے بتلائی!"

"ہاں۔"

"تو پھر اب اور کیا باقی رہ گیا ہے جو تم شانوجہ سے چاہتی ہو؟"

"کچھ نہیں چاہتی ـــــ کچھ بھی نہیں چاہتی ـــــ لیکن یہ بھی کیا ضروری ہے کہ اپنی رسوائیوں کو دیکھ چکنے کے بعد اب اپنی آنکھوں پر یہ ظلم بھی کروں کہ وہ شانوجہ کی بربادیاں دیکھیں۔ اپنے دل پر یہ ظلم کیوں کروں کہ اُس کو اپنی دھڑکن کا پتہ ہی نہ ہو۔ اپنے احساسات کی بھٹی پر اس قدر تیل بھی کیوں ڈالوں کہ وہ منٹ بھر میں میری ہستی کو جلا کر خاکستر کر دے ـــــ تم لوگ آخر مجھے کہاں لے جانا چاہتے ہو ـــــ بتاؤ بولو؟"

"جذباتی ہو رہی ہو کورش ـــــ میں تمھیں وہاں لے جانا چاہتا ہوں جہاں تم بہر حال جاؤ گی۔ کیا تم کبھی بھی، روشنے کا رُخ نہیں کرو گی جب تمھیں معلوم ہو گا کہ شانوجہ بھی وہاں ہے۔ تم یوں سمجھو کہ شانو بھی بازار میں وہ ہی دوکان لگا کر بیٹھ رہا ہے جو تم نے سجا رکھی ہے۔ آنے والے خوشحال مسافروں کی اکثریت ابھی تمھاری دوکان ہی پر مطمئن ہوتی ہے۔ جو بچ رہے ہوں اُنھیں شانوجہ نہیں چھوڑتا۔ چند ایک ایسے ہوں گے جو شانوجہ ہی کے خواہاں ہوں گے ـــ بہر حال یہ سب کچھ چلتا رہے گا اور شانوجہ ان ساری باتوں کے لیے تیار ہو چکا ہے ـــــ پیارے لال کہہ رہا تھا، لونڈا بہت تیز ہے۔ بلا ہے بلا۔ اچھی رقمیں گھسیٹ لیتا ہے ـــ خانوں کے سردار تک میں نے ہی اُس کو پہنچایا۔ سردار اُس کا اس قدر گرویدہ ہوا ہے کہ پوچھو نہیں ـــــ اُس نے بہت کچھ اُسے دیا ہے۔ تحفے تحائف الگ دیئے ہیں۔ لونڈے نے انھیں چھپا دیا ہے۔ مجھ سے بھی اُس نے پوشیدہ رکھا۔ اب یہ ہر ماہ اُس کے پاس جایا کرے گا ـــــ ماہانہ دو سو روپے ہر صورت میں شانوجہ کو ملتے رہیں گے خواہ کسی ماہ خان سے اُس کی ملاقات نہ بھی ہو۔ ویسے خان اب یہاں روشنے بھی آیا کرے گا ـــــ ہاں شانوجہ نے مجھ تک کو نہیں چھوڑا ـــــ پیسے بٹور لئے اور میری وہ قیمتی گھڑی ہتھیا لی جو سمگل کی گئی تھی۔

اُس نے اور بہت سی باتیں بتلائیں کورش۔ وہ کہنے لگا کہ لونڈا آج ہی

سے اپنے مستقبل پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میری اس عمر کی چاندنی کے دن مختصر ہیں اور یہ چٹکتی ہوئی چاندنی ماند پڑ جائے گی تو پھر کوئی چکور میری طرف نہیں اڑے گا ـــــ تم لوگ جو محبت، ہمدردی ساری عمر کی رفاقت اور جذبات کی بات کرتے ہو، میری اس عمر میں جو تمھارے کام کی نہیں ہوگی اپنی محبت، ہمدردی اور جذبانیت کو میرے پیٹ کا ایندھن بنا سکو گے؟

وہ کہتا ہے دوکان کے ایک تنکے کی بھی قیمت ہوتی ہے۔ خود دکان کے مالک کو بھی اس کا حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی کو یہ تنکا اٹھا کر مفت دے دے۔ یہ عمل تجارت کے اصول کے خلاف ہو گا۔"

ایک لمحہ رک کر اُس نے کہا۔

"پیارے لال کہہ رہا تھا کوشش کرشانو نے آج تک ایک بوسہ بھی کسی کو مُفت نہیں دیا ـــــ وہ ہر لمحہ کا حساب چُکا لیتا ہے۔ سفاک اس قدر ہے کہ کسی دوسرے کے ساتھ ہو گا تو ایک نگاہِ غلط انداز بھی ہم پھر نہ ڈالے گا ـــــ جو اُس کے ہو گئے ہیں وہ اس کے گرویدہ ہو گئے ہیں۔ جس وقت وہ آپ کی ملکیت ہوتا ہے اُس وقت آپ سے والہانہ عشق کرتا ہے۔ کچھ اس طرح آپ کی تسکین کا باعث ہوتا ہے کہ آپ اُس کو بھُول نہیں سکتے۔ آپ کے ایک ایک پل کو خوشی اور مسرت عطا کرتا ہے ـــــ اس کی رفاقت میں بیتا ہوا ایک ایک لمحہ یاد کا جگنو بن کر اپنی تنہا اندھیری راتوں میں ساتھ ہو جاتا ہے۔

"بس کرو ــــ پھر تم بھی اُسی کے پاس کیوں نہیں چلے جاتے۔"

ڈیر بالڈ ہنس پڑا ــــ "اوہ۔ تم ایک ہی جست میں ماں سے عورت بن گئیں ــــ میں تو اس کے پاس کبھی نہیں جاؤں گا کوشش ــــ لیکن تمھاری زندگی میں داخل ہونے والے کتنے ہی ایسے نکل آئیں گے جو تمھیں نہ پاکر شانوجہ کی طرف جائیں گے اور شانوجہ کو نہ پاکر تمھاری طرف آئیں گے اور تمھیں اس زندگی کو گوارہ کرنا ہوگا ــــ اگر بروولے، فیوزے اور جھیل کے اس مثلث میں تمھیں اپنی دوکان چلانی ہے ــــ تم اُس مشترک گاہک کو جو تمھاری اور شانوجہ دونوں کی سیڑھیاں چڑھے گا کیا کہہ کر روکو گی ــــ تمھارے اور اُس کے درمیان کون سے جائز رشتے کی دیوار رہے گی۔ تم جو کام کر رہی ہو اُس کام کی بنیاد ہی اس تصور کے مٹ جانے سے شروع ہوتی ہے۔ خودساختہ اخلاقیات کی گٹھری کسی گڑھے پر لاد کر تم مندر کی داسی تو بن سکتی ہو اس لیے کہ دیوتا گناہ چھپا لیتے ہیں اور پھر اُنھیں دھوکا بھی دیتے ہیں ــــ لیکن بازار میں بیٹھ کر تم سرے سے وہ سیڑھی اُکھاڑ پھینکنا چاہو جو ہر مسافر کو تم تک پہنچنے کا حق دیتی ہے تو تمھارا کاروبار چل چکا۔"

"میں کب چاہتی ہوں کہ یہ دوکان چلتی رہے۔"

"یقیناً چاہتی ہو ــــ مجھ سے ملنے کے بعد تمھاری اُمیدوں کے ٹمٹماتے ہوئے دیے جن کی روشنی میں تم دور تک میرے ساتھ چلی آئی

تھیں سب کے سب بُجھ گئے ہیں — تم سمجھتی رہیں کہ میں تمھیں اس طرح اپنا لوں گا کہ تم امید کے ان چراغوں کو میرے گھر کے گوشے گوشے میں سو جتن سے جلاتی رہو گی کہ سارے گھر میں تمھاری محبت کے اُجالے بکھر سکیں لیکن آہستہ آہستہ جب تم مایوس ہوتی گئیں تو تم نے مجھ سے اس ضمن میں استفسار کرنا بھی چھوڑ دیا — کبھی مجھے اپنے وعدے بھی یاد نہیں دلائے کہ میں نے تمھیں تمھاری اپنی دانست میں کتنا اونچا اُٹھا لینے کی قسمیں کھائی تھیں — آخرش تم اس جال سے نکل آئیں جس کو تم نے میری خاطر اپنے اطراف بُن رکھا تھا اور پھر ہر آنے جانے مسافر سے ملنے لگیں۔

اور اس کے بعد تمھیں اپنی دوکان کو پھر سے چلانے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

"سو تو میں چلا رہی ہوں۔"

"لیکن پٹ بھیڑ کر — چوروں کی طرح۔"

"تو پھر میں کیا کروں؟"

"شانوجہ بن جاؤ۔"

"یعنی؟"

"یعنی گناہ اس طرح کرو جیسے تمھارا حق ہے۔"

کوشلیا نے اپنے جوڑے سے گلاب کا ایک پھول نکال لیا اور خیالوں میں گم اُس کی پنکھڑیاں نوچنے لگی۔

"کیا سوچ رہی ہو؟"

"سوچ رہی ہوں اپنی زندگی کے ساتھ وہی سلوک کروں جو اس پھول سے کر رہی ہوں تو بھی کیا بُرا ہے۔"

"کر سکو گی؟"

"کیا معلوم۔"

"اور اگر کر سکیں بھی تو کسی کا کیا ہوگا۔"

"کچھ نہیں۔"

"پھر اس سے حاصل؟"

"مجھے یہ دیکھنا نہیں ہے۔"

"تو پھر اُٹھو۔ بروڈ لے چلتے ہیں ـــــ آج رات وہیں گزار کر تم صحیح فیصلہ لے سکتی ہو۔ جس زندگی سے تم بھاگ رہی ہو وہی زندگی تمھارا پیچھا کر رہی ہے۔ ـــــ لیکن تم بہت جلد تھک جاؤ گی اس لئے کہ تم میں بھاگنے کا یارا بھی تو نہیں ہے۔"

اُس نے جوڑے میں پھول برابر کیے اور بڑی بے دلی سے خود کو آئینے میں دیکھا۔ جب وہ تیار ہو کر ڈیر بالڈ کی طرف ساتھ چلنے کے لئے پلٹی تو وہ ہنس رہا تھا۔

"اب کیا کوئی نئی بات کرنے والے ہو؟"

"ہاں"۔

"پھر کہو بھی۔"

"خوش ہوں کہ تمھیں اپنے حسن کا، اپنی کشش کا، اپنی موہنی کا شدید احساس ہے۔"

"یہ کس طرح تمھارے دماغ میں آیا۔"

"اس لیے کہ جب تم زندگی سے انکار کرتی ہو تو آئینے میں اپنا عکس تک نظر بھر کر نہیں دیکھ پاتیں۔"

"کیوں نہیں دیکھ پاتی؟"

"اس لیے کہ تم زندگی سے پیار کرنے لگو گی۔"

کوشلیا ہنس پڑی —— ڈیر بالڈ نے اٹھ کر اس کے ہاتھ کی پشت پر بوسہ دیا پھر ہاتھ ہاتھ میں لے کر دونوں دروازے کی طرف بڑھے۔

"تمھارا سوٹ کیس ساتھ رکھ لوں۔" —— کوشلیا نے جیسے چونک کر کہا۔

"کیوں کیا یہاں محفوظ نہیں رہے گا؟"

"پھر بھی احتیاط مناسب ہے —— اتنی ساری رقم ساتھ رکھتے ہو، چابیاں میرے حوالے کر دیتے ہو اور مجھے بتلاتے تک نہیں کہ سوٹ کیس میں اتنی بڑی رقم ہے۔ اگر میں چابیاں ادھر ادھر ڈال دوں۔ سوٹ کیس ہی کھلا چھوڑ کر بھول جاؤں —— کوشلیا یہ کہتے کہتے پھر ڈیر بالڈ کی بیوی بن گئی تھی ——

اب ڈیر بالڈ کی معیت میں اُس نے پھر اپنا گھر تعمیر کرنا شروع کر دیا تھا۔ ایک چاہنے والی بیوی، ایک مشفق ماں اُس کے اندر انگڑائی لے رہی تھی۔

ڈیر بالڈ نے اُس کو بغور دیکھا ـــــ وہ جانتا تھا کہ کوشلیا اب کیا بن گئی ہے۔

"رقم یہیں محفوظ کر سکو تو بہتر ہے" ـــــ ڈیر بالڈ نے کہا۔

"تو پھر چلو یہیں رکھے دیتی ہوں" ـــــ ڈیر بالڈ نے نوٹوں کا ڈوری میں بندھا ہوا پلندہ نکال کر کوشلیا کے حوالے کیا۔

میرے ساتھ آؤ ـــــ کوشلیا نے ڈیر بالڈ کا ہاتھ تھام کر اُس کو اپنے سونے کے کمرے میں گھسیٹا ـــ جس کی آدھی سے زیادہ دیواریں اینٹ اور گارے کی تھیں اور خس کا چھپر زیادہ دبیز معلوم ہوتا تھا ـــــ اپنے پلنگ کے نیچے سے ایک بھاری بھرکم صندوق کو گھسیٹ کر اُس نے باہر نکالا ـــــ پھونک مار کر گرد جھاڑی اور ڈیر بالڈ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"دیکھو یہ ہے میری تجوری ـــــ بس یہاں اس سے زیادہ محفوظ مقام کوئی نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے رکھ دو۔" ڈیر بالڈ نے اطمینان سے کہا۔

کوشلیا نے صندوق کھولا اور نوٹوں کا پلندہ احتیاط سے ایک کونے میں رکھ کر صندوق کو مقفل کرتے ہوئے کہا۔ نوٹوں کے ساتھ کچھ اور کاغذ

بھی تو ہیں۔

دراصل کوشلیا اپنے خطوط کی طرف اشارہ کرنا چاہتی تھی ——ڈیر بالڈ سمجھ گیا وہ کہنے لگا —— "وہ بھی نوٹ ہیں اور وہی نوٹ میری محبت کی دنیا میں چلتے ہیں جب کہ مارکٹ میں اُن کا چلن نہیں اور وہی نوٹ مجھ کو بہت پیارے ہیں۔"

"سچ کہتے ہو کہ وہ نوٹ تمھیں اتنے پیارے ہیں۔"

ڈیر بالڈ کوشلیا کی کمزوری جانتا تھا —— "تم چاہو تو اسے جھوٹ بھی سمجھ سکتی ہو —— یہ تمھارا معاملہ ہے۔"

کوشلیا نے بڑے پیار سے ڈیر بالڈ کو دیکھا اور نظروں ہی نظروں میں اُس کو یقین دلایا کہ وہ اُس کی محبت پر کوئی شک نہیں کرتی ہے۔

کمرہ مقفّل کر کے جب دونوں باہر نکلے تو کا کا بجرے کو کنارے سے لگا چکا تھا۔ شام کا دھندلا ماحول جھیل میں دور تک پھیلی ہوئی سیال چاندی پر کاجل بن کر گر رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ اب تھوڑی ہی دیر میں اس کاجل کی تہیں جھیل کے پانی پر جم جائیں گی لیکن آسمان پر ٹمٹماتے دو چار تارے اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ کالی کالی رات جب جوان ہو کر نیو زے بروزے اور جھیل کے مثلث پر چھا جائے گی تو وہ بھی اپنی چھپی ہوئی بے شمار فوج لے کر دیکھتے دیکھتے جھیل میں اُتر جائیں گے۔

کاکا قریب آ گیا تو کوشلیا نے اُس کو گرم کوٹ پہننے کی تاکید کی جو کبھی ڈیر بالڈ نے اُسے بطور تحفہ دیا تھا اور ڈیر بالڈ نے سگرٹ اپنے ہاتھوں سے کاکا کے ہونٹوں میں لگا کر لائٹر سے جلایا اور دونوں ہاتھ ہلا کر روانہ ہو گئے — کاکا نے جواب میں مسکراہٹ بکھیر دی اور کوشلیا کو مطمئن دیکھ کر اُس نے خوشی محسوس کی۔

"تم بتا سکتی ہو کہ یہ بروولے کس زبان کا لفظ ہے اور اُس کا کیا مفہوم ہے؟" — ڈیر بالڈ نے کوشلیا سے پوچھا۔ وہ احاطے کے گیٹ سے نکل کر سڑک پر چل رہے تھے۔

کوشلیا نے بڑی سادگی سے جواب دیا — "بس میں اتنا ہی جانتی ہوں کہ یہ گیسٹ ہاؤس کا نام ہے — اس سے زیادہ جاننے کی میں نے کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔"

"لیکن میں تمھیں بتلاؤں تو یقیناً تم ہنس پڑو گی اور تمھیں اندازہ ہو گا کہ عام بول چال میں بعض الفاظ مختصر ہو کر کتنے خوبصورت بھی ہو جاتے ہیں — لیکن پہلے میں چاہتا ہوں کہ تمھاری ذہانت کا امتحان لے لوں — میں تمھیں سوچنے کے لئے دو منٹ دیتا ہوں۔ اگر تم بتلا دو تو بروولے پہنچتے ہی تمھیں انعام دوں گا اور وہ ایسی چیز ہو گی کہ تم یقیناً خوش ہو جاؤ گی اور جو نہ بتلا سکو تو تمھیں کڑی سزا بھی بھگتنی پڑے گی۔

"اور جو میں بغیر کچھ سوچے سزا ہی بھگتنے کو تیار ہو جاؤں تو؟"

"تو پھر میں تمھیں پہلے سزا دوں گا پھر انعام دوں گا۔"

"چلو میں ہار مانتی ہوں اس طرح مجھے دونوں ہی ملیں گے، سزا بھی اور انعام بھی۔"

"تو ہار مان لی؟"

"ہاں ــــ زندگی میں ایک اور ہار سہی۔"

بروڈلے انگریزی کے Broad Lake "براڈ لیک کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ بول چال میں یہ بروڈلے ہو کر مختصر بھی ہو گیا ہے اور خوبصورت بھی جیسے تم کوشلیا سے کوش ہو کر زیادہ خوبصورت ہو جاتی ہو۔

کوشلیا نے تعجب کا اظہار کیا لیکن یہ معلوم کر کے کہ بروڈلے کی اصلیت کیا ہے اسے خوشی ہوئی۔ ڈیر بالڈ نے اس کے اشتیاق کو بڑھانے کے لیئے کہا تھا کہ جب وہ کوشلیا کو سزا دے گا تو اس کو بروڈلے کی نسبت مزید معلومات بہم پہنچائے گا۔

ڈیر بالڈ اور کوشلیا چلتے ہوئے اب جس ٹرا ہے پر پہنچے تھے وہاں سے نیوز سے صاف دکھائی دیتا تھا ــــ اندازہ نہیں ہو سکتا تھا کہ نیوز سے کی جگمگاتی روشنیوں میں کتنے غم آتش سیال میں ڈھل کر بکھر رہے ہیں۔ کتنی جھوٹی سچی محبتیں وداع بھی ہو رہی ہیں مستقبل کے لیے وعدے وعید

بھی کر رہی ہیں۔

فیروزے میں دیس دیس کے مسافر جمع ہوتے تھے۔ دیس دیس کا غم اور دیس دیس کی خوشی سینوں میں بند ہو کر یہاں آتی تھی۔ یہاں فیروزے میں ہم نے جہاں سسکیاں سنی ہیں قہقہے بھی ساتھ ساتھ سنے ہیں ـــــ غموں اور خوشیوں کے ان ساتھ ساتھ رہتے ہوئے انسانی جذبوں کا نہ کوئی رنگ ہے نہ کوئی نسل اور نہ کوئی دیس۔

"فیروزے اپنی طرف کھینچتا تو ہے" ـــــ ڈریبالڈ نے کہا۔

"ایسا بھی نہیں ہے۔ تم زیادتی کر رہی ہو ـــــ فیروزے کا تصور ہنس کو جدا کر کے اسی طرح نہیں کیا جا سکتا جیسے شانوجہ کو جدا کر کے آج بھی تمہارا تصور ممکن نہیں ہے۔ فیروزے تو شانوجہ سے زیادہ وفادار ہے۔"

بروولے کی جانب گھومتے ہوئے ڈریبالڈ اور کوشلیا نے فیروزے کی، کھڑکیوں اور روشندانوں سے چھنتی ہوئی جگمگاہٹ پر آخری نظر ڈالی۔ پھر اُن کی پشت فیروزے کی طرف ہو گئی اور درختوں کا وہ جھنڈ راستے کے آخری بجلی کے کھمبے کے پاس ہی نظر آنے لگا جہاں سے چڑھائی شروع ہو جاتی تھی اور جہاں راستہ بل کھا کر ڈرا ڈرا سہما سہما گھنے درختوں کے اُن تاریک سایوں میں داخل ہو جاتا تھا اور کھائی کے قریب پہنچتے پہنچتے دم سادھے اس طرح لیٹ رہتا تھا کہ کسی بھی مسافر کے تلوے کو گدگدانے کی بھی اس میں ہمت

نہ رہتی تھی۔

"واقعی ڈیرا ایسا لگتا ہے کہ کھائی کے قریب ان گھنے سایوں میں سے گزرنے کے لیے راستے پر جبر کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس آخری بجلی کے کھمبے تک پہنچ کر، دیکھو راستہ کتنا اداس ہو گیا ہے ـــــ گویا اس کے بس میں ہوتا کیمرے کی فلم کی طرح ایک سرا چھوڑتے ہی بل کھا کر قینونے تک سمٹ آتا۔"

"سچ کہتی ہو لیکن راستہ بہر حال راستہ ہے اور تمھیں اپنی بقیہ زندگی میں اس راستے ہی کا تحمل سیکھنا چاہیئے۔"

یکایک سڑک کے اسی آخری بجلی کے کھمبے کے پاس جہاں اجالا بھی مجبور محض معلوم ہوتا تھا تیز روشنیاں رقص کرنے لگیں ـــــ یہ یقیناً کوئی فراٹے بھرتی ہوئی موٹر تھی جس کی روشنیاں قطار اندر قطار گھنے سایہ دار درختوں کے درمیان تیزی سے لپک کر راستہ ناپ رہی تھیں۔

بجلی کے کھمبے تک پہنچتے پہنچتے جب موٹر سڑک پر گھوم کر کوشلیا اور ڈیرالڈ کی جانب پلٹ گئی تو ساری سڑک اُن کی آنکھوں کے آگے منوّر ہو گئی ـــــ چکا چک ایک پودے کے پاس ہی دو ہیرے چمک اُٹھے۔ پھر جگمگاتے ہیرے چار ہو گئے اور کوشلیا اور ڈیرالڈ نے دو خرگوشوں کو روشنی میں مگن دیکھا ـــــ پھر اُن کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ وہ سڑک پر ایک کونے میں ہٹ آئے۔

شاید یہ شانوجہ کا موٹر ہو ـــــ خانوں کے سردار کا یہ موٹر صرف سردار ہی کی سواری میں رہتا ہے لیکن شانوجہ سے کہہ کر بلونت نے اسے رات بھر کے لیے حاصل کیا ہو گا۔

"بلونت کون ہے"

"معاف کرنا ـــــ وہی تمھارا پیارے لال۔"

"اوہ ہاں ـــــ میں بھول گئی تھی!"

موٹر قریب آیا اور بریک لگنے کی آواز ہوئی ـــــ پھر جیسے ہوائی جہاز فضاؤں سے اتر کر زمین پر جھول رہا تھا۔

چھک سے موٹر کا اندرونی حصّہ منوّر ہو گیا ـــــ کوشلیا نے دیکھا۔ پیارے لال اسٹیرنگ پر ہاتھ رکھے بڑے تمکنت سے بیٹھا تھا اور پائپ اس کے دانتوں میں دبی خوشبودار دھواں پھینک رہا تھا ـــــ

"میں تمھارے موٹر کو دور ہی سے پہچان گیا تھا ـــــ" ڈیر بالڈ نے پیارے لال سے کہا جو دونوں ہاتھ جوڑ کر کوشلیا کو پرنام کر رہا تھا۔

لیکن کوشلیا نے منھ پھیر لیا۔

پیارے لال کوشلیا کی خفگی پر مسکرایا۔

"شانوجہ کہاں ہے؟" ـــــ ڈیر بالڈ نے سوال کیا۔

"وہ برندرے پر میرے انتظار میں آئینے کے آگے بیٹھا سنور رہا ہو گا۔"

—— یہ کہہ کر پیارے لال نے کنکھیوں سے کوشلیا کو دیکھا جو نظریں جھکائے سڑک کو تک رہی تھی۔

"کہاں جا رہے ہو؟" —— پیارے لال نے ڈیربا لڈسے پوچھا۔

"بڑودے"۔

"تو پھر آ جاؤ —— میں ابھی نیرزے سے کھانے کی کچھ چیزیں لے کر بڑودے اوٹیں گا —— ساتھ ہی چلتے ہیں —— منزل ایک ہی ہے تو ساتھ چلنے میں پس و پیش کیوں کریں —— اور اُس نے پیچھے کی طرف جھک کر کار کا پچھلا دروازہ کھول دیا۔

"چلو کوش" —— ڈیربا لڈ نے کوشلیا کی بانہہ پکڑ کر اُس سے کہا۔

"نہیں" —— کوشلیا نے بانہہ چھڑا کر اپنی ناراضگی کا کھلا اظہار کیا۔

"چلو بھی" —— ڈیربا لڈ نے پچکارا۔

"نہیں نہیں —— میں کہہ چکی ہوں" —— کوشلیا پرے ہٹ گئی۔

"دیکھئے بھئی —— آپ بے سبب مجھ سے خفا ہیں —— "پیارے لال بڑی نرمی سے کوشلیا سے مخاطب ہوا لیکن کوشلیا نے اس طرف دیکھا بھی نہیں۔

"اچھا بلونت تم چلو بھئی —— ٹاٹا" —— اور ڈیربا لڈ ہاتھ ہلا کر بڑھ گیا۔ کوشلیا دو چار قدم آگے ہی نکل چکی تھی۔

"میں جانتی ہوں تم پھر ولیلوں سے کام لو گے لیکن میں اب کسی بحث کے

موڈ میں نہیں ہوں. میں چاہوں گی کہ تم اتنی دیر خاموش رہو جب تک کہ میں خود نہ کچھ نہ کہوں۔"

ڈیر بالڈ خاموش ہو رہا ـــــ اُس نے جواب بھی نہیں دیا اور دونوں اس طرح راستے پر چلتے رہے جیسے ایک دوسرے کے لیئے اجنبی ہوں لیکن چاہتے ہوں کہ بات کریں.

"میں سمجھتا ہوں کہ ہم ایک دوسرے کی میت پر بہت دیر تک خاموش رہ کر اظہارِ تعزیت کر چکے ہیں. ـــــ" ڈیر بالڈ نے یہ بات اُس وقت کی جبکہ سڑک بل کھا کر درختوں کے تاریک سایوں میں داخل ہو رہی تھی اور کچھ ہی دُور پر وہ اُس کھائی کے پاس سے گزرنے والے تھے جس میں کئی دن سے کوشلیا نے کوئی گلاب نہیں پھینکا تھا.

لیکن کوشلیا اب بھی خاموش رہی.

"میں چاہتا ہوں کہ اس بار کھائی میں گلاب ضرور پھینکتا چلوں."

کوشلیا نے اب بھی کچھ نہ کہا.

ڈیر بالڈ بھی کچھ دیر کے لیئے چُپ ہو رہا ـــــ لیکن جب وہ کھائی کے بالکل قریب پہنچ گئے تو اُس نے بانہہ پکڑ کر کوشلیا کو اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا.

"تم آخر مجھے کس بات کی سزا دے رہی ہو."

کوشلیا نے اُس کے سینہ پر سر رکھ دیا تو ڈیریالڈ نے اپنی قمیض پر آنسو کی نمی محسوس کی۔

"میں جانتا ہوں کوش تم بہت دُکھی ہو ـــــ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تمھاری اس زندگی میں اگر میں ـــ شامل نہ ہوتا تو شاید تم خودکشی کرلیتیں ـــــ لیکن تمھارے بس میں اب کچھ بھی نہیں ہے ـــــ نہ موت، نہ زندگی ـــــ صرف آنسو تو زندگی کی کوئی پونجی نہ ہوئے اور اگر اُن کو بھی تم بے دریغ لُٹا دوگی تو پھر تم ہی یتانڈ رہ ہی کیا جائے گا ـــــ کچھ تو رکھو کوش ـــــ اپنے لیے کچھ تو بچا کر رکھ لو جان۔"

ڈیریالڈ نے یہ بات کچھ اس درد سے کی کہ کوشلیا نے مسکرا کر آنسو پلو پونچھ لیے ـــــ اور اپنے جوڑے میں ٹنکے ہوئے گلابوں میں سے دو گلاب نکال کر اُس نے ڈیریالڈ کے ہاتھ میں اس طرح رکھ دیے جیسے زندگی بھر کی پونجی سونپ رہی ہو۔

ڈیریالڈ نے ان پھولوں کو چوما اور ہاتھ بڑھا کر کھائی میں پھینک دیا۔

برڈ وے گسٹ ہاؤس کی چڑھائی شروع ہو چکی تھی اور دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دیے آگے چل پڑے تھے۔ کوشلیا بہت تھک گئی تھی ـــــ ڈیریالڈ نے کہا۔ "کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم دونوں ہی تھک گئے ہیں ـــــ میں نے کبھی یوں بھی سوچا ہے کوش ـــ لیکن آج تمھارے

سامنے اعتراف کر لینے سے دل کا بوجھ اُتر گیا ہے۔ سوچتا ہوں تمھاری محبت نہ ملتی تو میں کیسے جی پاتا۔"

پیچھے سے آتی ہوئی کار نے راستہ کو منور کر دیا تھا ــــ اس روشنی سے فائدہ اٹھا کر کوشلیا نے ڈیر بالڈ کی آنکھوں میں جھانکا تو اُس کو ان آنکھوں میں پیار کے گھنے سائے نظر آئے جو کڑی دھوپ میں پناہ بھی دے سکتے تھے۔ اندھگھپ اندھیروں میں روشنی بن کر راستہ بھی سجھا سکتے تھے۔

پیارے لال کا موٹر فرّاٹے بھرتا ہوا قریب آ کر رُک گیا۔

کوئی خدمت؟ ــــ پیارے لال نے بظاہر ڈیر بالڈ سے پوچھا لیکن وہ کوشلیا کو تاک رہا تھا۔

"یہی کہ تم جا سکتے ہو" ــــ ڈیر بالڈ نے رکھائی سے کہا۔

موٹر کھڑکھڑے چھوڑ گیا ــــ پھر فرّاٹے بھرتا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

"اس طرح بھی کوئی نظروں سے اوجھل ہوتا ہے؟" ــــ ڈیر بالڈ نے اپنی ہی سوچ میں گم اس طرح اپنے آپ سے کہا جیسے کوشلیا سے کہہ رہا ہے۔

"واقعی موٹر بڑی سفّاک سواری ہے۔ جانے والے کو منٹ بھر میں جدا کر دیتی ہے۔

"میں بھی کبھی تمھاری زندگی سے اسی طرح گزر جاؤں تو؟"

"گزر سکو گے؟"

"مشکل ضرور ہے۔ لیکن شاید ناممکن نہیں۔"

کوشلیا ہنس پڑی ۔ جھوٹ بول کر دھونس جماتے ہو ـــــ میں تو یہ کہتی ہوں کہ بہت آسان ہوتے ہوئے بھی تمھارے لیے اب ممکن نہیں۔"

ڈیربالڈ نے کوشلیا کے ہنستے ہوئے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے۔

چڑھائی ختم کرکے جب وہ برودلے کے احاطے میں پہنچے تو ڈیربالڈ نے کوشلیا کا ہاتھ تھام لیا ـــ میرے ساتھ بائیں اور چلو۔ اب کی ہمیں کمرہ بہت اچھا ملا ہے ـــ برودلے کے احاطے میں ہوتے ہوئے بھی جیسے برودلے سے الگ ہو۔

چلتے چلتے کوشلیا نے برودلے کے احاطہ پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالی ـــ پھولوں کے درختوں میں چھوٹے چھوٹے بجلی کے قمقمے پیارے سے لگ رہے تھے۔ رنگ برنگی چھتریوں کے نیچے بید اور پلاسٹک سے بنی ہوئی زنگارنگ گول گول، کرسیاں بکھری ہوئی بھلی لگ رہی تھیں۔ زیادہ تر لوگ شاید اپنے اپنے کمروں ہی میں تھے کیونکہ کمروں کی روشنیاں جگمگا رہی تھیں اور قہقہے روشنیوں کو لے کر اڑ رہے تھے۔ اس خوبصورت سے احاطے میں کچھ لوگ ادھر ادھر چھتریوں کے نیچے بکھرے ہوئے تھے ـــ رات خنک اور سرد تھی اس لیے برودلے کا احاطہ پراسرار خاموشیوں میں گھرا ہوا تھا۔

جو لوگ احاطے میں بیٹھے تھے وہ بڑی سنجیدگی سے جانے کن کن مسائل پر باتیں کر رہے تھے۔

برونڈے کی عمارت روشنیوں اور قمقموں سے جگمگا رہی تھی۔ احاطہ خاموش تھا۔ اس تضاد کی، جو پہلو بہ پہلو دیکھے جا سکتے تھے شاید یہی وجہ تھی کہ وہ لوگ جنھوں نے برونڈے کی عمارت کی تیز روشنیوں اور ہنگامہ آرائیوں سے فرار چاہا تھا، چھتریوں کے نیچے مدھم اور رنگین روشنیوں کے گوشوں میں مصروفِ راز و نیاز تھے۔

ذرا سا ٹھٹھک کر کوشلیا نے ڈیریالڈ کا ہاتھ دبایا۔

"وہ اس کونے میں کون ہیں؟"

ڈیریالڈ نے بغور دیکھتے ہوئے جواب دیا ——— "وہ لوگ نہیں ہیں جن کی تمھاری نظروں کو تلاش ہے۔ شانوجہ اور دیلونت تو یقیناً اپنے کمرے میں پی رہے ہوں گے۔

"کیا وہ بہت پینے لگا ہے؟"

"نہیں، کچھ ایسا زیادہ تو نہیں، بس ضرورتاً پی لیتا ہے۔"

کوشلیا خاموش ہو گئی۔

جب وہ اور ڈیریالڈ کمرے میں داخل ہونے کے لیے برآمدے کی سیڑھیاں طے کر چکے تو انھوں نے دیکھا کہ برابر کے کمرے کے باہر ایک خوبصورت سی

لڑکی اکیلی بیٹھی اپنے ہی خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی ۔۔۔۔ اُس کے سامنے میز پر دو گلاس رکھے ہوئے تھے جو شاید وسکی، برانڈی یا رم سے کچھ ہی دیر پہلے بھرے گئے تھے لیکن اس وقت ان گلاسوں میں نصف سے بھی کم رہ گئی تھی۔
لڑکی کے مقابل والی کرسی خالی پڑی تھی ۔۔۔۔ وہ اس قدر گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی کہ اُس کو کوشلیا اور ڈیر بالڈ کی آمد کا پتہ تک نہ چل سکا۔
ڈیر بالڈ نے اس لڑکی کو پہچان لیا ۔۔۔۔ سوٹ کیس رکھ کر اُس نے اپنے کمرے کا تالا کھولا اور کوشلیا اور وہ کمرے میں داخل ہو گئے ۔۔۔۔ سوئچ آن کر کے اُس نے لائٹ کھول دی تو کوشلیا نے کرسی پر نیم دراز ہوتے ہوئے کہا۔
" جلدی سے سوٹ کیس کھول کر وسکی نکالو مجھے بڑی تھکن محسوس ہو رہی ہے ۔۔۔۔"
ڈیر بالڈ نے سوٹ کیس میز پر رکھ کر کھول دیا۔ بلجیم کٹ گلاس کا خوبصورت مگ نکال کر اُس نے بڑے ادب سے جھک کر کوشلیا کی خدمت میں پیش کیا تو اُس نے مسکرا کر شکریہ ادا کیا۔
" لیکن ڈیر میری بیئر کا تم نے کیا کیا؟ اس مگ میں تو وسکی نہیں مجھے اپنی چہیتی بیئر پینی چاہیے۔"
" فیوزرے سے میں نے بیئر کے باٹل لے لیے ہیں اور پانی بھرے ٹب میں

ڈال دیے ہیں۔ کمرہ محفوظ کرنے سے پہلے ہی میں نے بیڑ کا انتظام کر لیا تھا۔"

"میں تمھاری ان نوازشوں کا کس طرح شکریہ ادا کروں۔"

"صرف مسکرا کر زبان سے کچھ کہے بغیر ـــ کیونکہ شکریہ کے لفظ سے ہم ایک دوسرے کو اجنبی سے لگنے لگتے ہیں اور آج تم خلافِ معمول میرا بار بار شکریہ ادا کر رہی ہو ـــ نوازش، عنایت، کرم، مہربانی، ان الفاظ کے استعمال سے تم میرے پاس ہو کر بھی کتنی دور معلوم ہوتی ہو۔"

مگ کو بیر سے بھر کر ڈیریالڈ نے وِسکی کی بوتل کھولی اور گلاس میں ڈالتے ہوئے اُس نے کوشلیا کو سوڈا ملانے کے لیے کہا۔

ڈیریالڈ کے گلاس میں سوڈا ڈالتے ہوئے کوشلیا نے پوچھا۔

"شانوجہ کا کمرہ کہاں ہے، کیا وہ لوگ اس وقت کمرے پر نہیں ہیں؟"

"ابھی ابھی تم شانوجہ کو دیکھ چکی ہو ـــ لیکن اُس نے تمھیں نہیں دیکھا۔"

"کیا ـــ کیا وہ خوبصورت سی لڑکی ـــ وہ ـــ وہی؟"

"ہاں ـــ میں تو سمجھتا تھا کہ تم دیکھتے ہی پہچان لوگی ـــ لیکن جب میں نے دیکھا کہ تم نے اُس کو بغور نہیں دیکھا ہے تو خاموش ہو رہا۔"

لیکن وہ شاید تمھارے متعلق ہی سوچ رہا ہوگا" ـــ کچھ دیر خاموش رہ کر ڈیریالڈ نے اس طرح بات پوری کی۔

کوشلیا بلجیم کٹ گلاس کے حسین مگ میں جھانک کر بیر میں اپنا عکس

دیکھنے لگی۔ پھر اُس نے مگ اُٹھا کر ہونٹوں سے لگایا اور ختم کر کے شیشے کا مُنھ احتیاط سے مگ میں جھکا دیا اور خالی مگ میں بیر کی سطح اونچی ہوتی گئی ـــــ یہاں تک کہ وہ بھر گیا۔

"تم نے مجھے یہاں لا کر اچھا نہیں کیا ـــــ" کوشلیا نے بڑے پچھتاوے کے ساتھ اس جملے کو ادا کیا۔

ڈیر بالڈ، جس نے وھسکی کا گلاس ابھی ابھی میز پر رکھا تھا ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"کچھ دیر بعد تم کہو گی کہ میں نے کچھ ایسا بُرا بھی نہیں کیا۔"

"تمھاری باتوں اور تمھاری دلیلوں کے چکر میں پڑ کر جانے میں کیا کیا مان لیتی ہوں، لیکن یہ جو سینے پر ایک پتھر سا دھرا ہے اُس کو ہٹا سکوں گی؟"

"ہٹا سکتی ہو بشرطیکہ تم اچھائی اور بُرائی کے تصور ہی کو ذہن سے محو کر دو۔"

"نہیں کر سکتی۔ جس عورت نے ہر سانس میں کرب محسوس کیا ہے اور ہر گھنے سائے کے نیچے یہ جان کر رُکتی رہی ہے کہ اُسے آگے جانا نہیں ہے وہ ابھی اتنی سفاک نہیں ہو سکتی۔"

"پھر وہ پتھر جو تمھارے سینے پر دھرا ہے دھرا رہے گا۔"

"جانتی ہوں ـــــ رہ سکتا ہے۔"

"لیکن جب تک یہ پتھر ہٹے گا نہیں تم شانوجہ کو کس طرح اپنا سکو گی"
"شانوجہ کو اپنانے کا اب کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"
"بکواس کرتی ہو ـــــ وہ تمہارا ناحد ساتھی ہے جان، جسے تم نہیں چھوڑ سکتیں، نہ تمہیں چھوڑ دے تب بھی تم سے اس کی جدائی ممکن نہ ہوگی"
"اگر یوں ہو بھی تو کیا فرق پڑے گا ـــــ یہی نا کہ مجھے اپنی مجبوریوں سے پھر ایک بار سمجھوتہ کرنا پڑے گا۔ شانوجہ کا باپ لپکتے ہوئے کوندے کی طرح میری زندگی میں داخل ہوا اور میری روح کو جلا کر اتنی تیزی سے نکل گیا کہ میں اسے پکڑ بھی نہ سکی۔ پھر کتنے ہی سرابوں کے پیچھے چلتے ہوئے میں نے ریت کے گھروندے بنائے لیکن نہ پانی کی بوند ملی نہ یہ گھروندے رہ سکے ـــــ زندگی کے اس چٹیل اور تپتے ہوئے میدان میں تم ملے تو میں نے سوچا کہ یہ بادل اُمڈ اُمڈ کر چھایا ہے بنا برسے چھٹے گا نہیں اور میں اس ننھے سے پودے کی، جو یکہ و تنہا لق و دق صحرا میں سر اُٹھائے کھڑا ہے اب بڑے چین سے آبیاری کر لوں گی ـــــ لیکن تم ایک ایسے بادل تھے جو نہ کھلتے تھے نہ برستے تھے اس کے باوجود میں نے کتنے ہی خواب دیکھ ڈالے پھر یہ سوچ کر بیٹھ رہی کہ چلو کچھ نہ سہی تم نے خواب تو دیئے ہیں ورنہ جاگتی آنکھوں کو یہ بھی کہاں میسر آتے ہیں ـــــ شانوجہ نے لیکن ان خوابوں کی بھی دھجیاں بکھیر دیں۔"
"تم چاہو تو ان دھجیوں کو سمیٹ سکتی ہو۔ بکھرنے والے خواب پھر

تمھاری آنکھوں میں نیند بن کر سما سکتے ہیں — صرف اپنے سوچنے کے انداز بدل دو۔"

"میں نے اپنا سب کچھ کھو دیا ہے۔ اب میرے پاس ہے ہی کیا۔ سوچ سوچ کر ہی سہی جی تو لیتی تھی — زندگی کو میں نے آنکھ کھولتے ہی بیسوا کی طرح چکلے پر دیکھا اس کے باوجود اس کے ننگے سینے سے چمٹ کر زندہ رہی اس لیے کہ شانوجہ نے مجھے مرنے ہی نہ دیا۔ آج جب شانوجہ موت اور زندگی کے درمیان سے ہٹ گیا ہے۔ میں سوچتی ہوں کہ آرام نہ کر لوں — تھک کر چور ہو گئی ہوں — زخمی پیروں سے کب تک راستہ ناپتی رہوں گی جب کہ منزل کا کوئی نشان بھی نہیں رہ گیا ہے اب سوچنے کے لیے بھی تو کچھ نہیں رہ گیا۔"

ڈیرابالڈ نے اپنا گلاس خالی کر کے کافی مقدار میں وہسکی انڈیل لی اور بقیہ گلاس کو شلیا نے سوڈے سے بھر دیا۔

ڈیرابالڈ نے بڑے بڑے گھونٹ لیے اور نصف گلاس سے زیادہ خالی کر کے اس نے سگریٹ جلایا۔

کوشلیا خاموش تھی۔ ڈیرابالڈ بہت سنجیدہ ہو گیا تھا۔ اتنا سنجیدہ کہ کوشلیا نے اس کو اس طرح کبھی نہیں دیکھا تھا — وہ سگریٹ کے لمبے لمبے کش لیتا اور سر اوپر اٹھا کر چھت کی بلندیوں کی جانب دھواں پھینک دیتا۔ — کوشلیا جانتی تھی کہ ایسے موقع پر وہ اکثر سگریٹ کا دھواں اس

کے چہرے پر پھونک کر اُس سے کہا کرتا ہے کہ چاند کے اندر میں چھپنے کا سماں اس سے مختلف نہیں ہوتا۔

وہ بھی اپنا خاص جملہ دہراتی ہے — "تم نے چاپلوسی شروع کر دی ہے۔ اب مجھے ہوشیار ہو جانا چاہیئے۔"

جب بھی کوشلیا زیادہ پی لیتی تو جانے اُس کی آنکھوں میں اتنے بہت سارے آنسو کہاں سے آجاتے کہ وہ ہنستی تب بھی اُس کی آنکھیں نم رہتیں۔ ڈیریالڈ جان جاتا کہ کوشلیا کی آنکھوں میں ٹھہرا ہوا سمندر بہنے کے لیے کسی نئے غم کا سہارا چاہتا ہے — ایسے کسی غم کا جو وہ سہ رہی ہوتی تو غم ہی نہ بن سکتا تھا۔

لیکن آج کوشلیا کے لیے ڈیریالڈ کو سمجھنا مشکل ہو گیا تھا — اتنا مشکل کہ وہ اپنے آنسوؤں کو بھول گئی تھی۔

"تم آج کچھ بتانے نہیں جاتے ہو" — بیر کی نئی بوتل کو مگ میں احتیاط سے خالی کرتے ہوئے اُس نے ڈیریالڈ سے کہا۔

اُس نے جیسے کوشلیا کی بات سُنی ہی نہیں۔

"تم کہاں کھو گئے ہو؟" — کوشلیا نے بڑے پیار سے پوچھا۔

کچھ کہے بغیر ڈیریالڈ نے کوشلیا کو لمحہ بھر کے لیے دیکھا — پھر گلاس اُٹھا کر اُس نے ہونٹوں سے لگایا اور خالی گلاس میز پر رکھ کر سگریٹ کی کوشش

لینے لگا۔

"تمھیں آج کیا ہو گیا ہے ڈیر؟" ——— کوشلیا نے کرسی پر اپنی نشست سیدھی کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے کیا ہو سکتا ہے" ——— ڈیر بالڈ نے دھیمی آواز میں کہنا شروع کیا۔ ——— میں تو صرف اتنا سوچ رہا تھا کہ زخمی پیروں سے جب تم راستہ ناپتی رہی ہو، کوئی تمھارے ساتھ بھی اگر کبھی رہا ہے تو تم نے اس کو بالکل بھلا دیا ہے۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو ڈیر ——— کیا تم کہہ سکتے ہو کہ کس نے کس کو بھلا دیا اور کس نے بھلا دینے کی کوشش میں زندگی گزار دی ——— کوشلیا خاموش ہو گئی ——— ڈیر بالڈ نے پھر چپ سادھ لی تھی ——— کوشلیا کہنے لگی ——— "ہم ایسے مسافر ہیں کہ بس چلتے ہوئے بھلے لگتے ہیں۔ رکتے ہیں تو سانس اکھڑتا ہوا محسوس ہوتا ہے ——— سو اٹھو ڈیر بھول جاؤ ان باتوں کو ——— آج پہلی بار تم روٹھے ہو اور میں منا رہی ہوں۔ محبت کا نہ پیمانہ ہے نہ ترازو ——— یہ تو ایک کھیل ہے زندگی اور موت کے درمیان۔ نہ میں حساب کتاب کروں نہ تم ناپو، اس کھیل میں ہار اور جیت تک کے فیصلے نہیں ہو سکتے۔"

ڈیر بالڈ نے نظریں اٹھائیں ——— کوشلیا نے دیکھا اس کی آنکھوں کا سمت، ڈیر بالڈ کی آنکھوں میں منتقل ہو چکا تھا۔

وہ اپنی کرسی سے اٹھا ـــــــ "میں ابھی وہسکی لے آتا ہوں۔ تمھاری سیر
کی ذہنیت میں اپنی وہسکی بھول گیا تھا۔"

"تمھیں ٹیوزرے جانے آنے میں کافی دیر ہو گی۔ چلو میں بھی چلتی ہوں۔
یہاں اکیلی کیا کروں گی؟"

"نہیں میں ٹیوزرے نہیں جاؤں گا ـــــــ میں نے پیارے لال سے کہہ
تھا۔ وہ لے آیا ہو گا۔ بس یہیں شانو کے کمرے تک جاتا ہے۔"
ڈیربالڈ سر جھکائے ہوئے آہستہ آہستہ چلتا کمرے سے باہر نکل گیا۔ کوشیلیا
دیکھتی رہی ـــــــ وہ چلا گیا تو کوشیلیا کرسی پر نیم دراز ہو گئی۔ جب وہ
کمرے میں داخل ہوئی تھی تو اس کا بدن تھکان سے ٹوٹ رہا تھا۔ لیکن
اس وقت جب کہ وہ کرسی پر نیم دراز تھی خود کو بہت تازہ محسوس کر رہی تھی۔
بیئر کا نشہ اس کے انگ انگ میں سرایت کر گیا تھا ـــــــ تیز پینے کے
سبب اس نے تیسری بوتل بھی نصف سے زیادہ چڑھا لی تھی ـــــــ کوئی
آنکھیں موند کر لوریاں دینے کے درپے تھا اور وہ نیند کی آغوش میں
سج دینے کے لیے تیار تھی۔

اس نے پل بھر کے لیے سوچا ـــــــ اب اس سے زیادہ جاگا نہیں
جا سکا۔ ڈیربالڈ آئے تو وہ اس کے سینے پر سر رکھ کر سو جائے گی۔ یہی
سوچتے اس نے دوبارہ شانو جو کبھی ساری میں کبھی فراک اور

شلوار میں کبھی فوجی وردی میں دیکھا اور پھر اونگھ گئی۔

درمیان میں ایک آدھ بار اُس کی آنکھ کھلی تو نیند کے غلبے نے کچھ سوچنے نہ دیا اور وہ آخر شب گہری نیند سو گئی۔

جب وہ آنکھیں مل کر پوری طرح بیدار ہو رہی تھی تو اُس نے محسوس کیا تھا کہ وہ اپنی کٹیا میں نہیں ہے ـــــ اور اُس نے بجلی کی سرعت سے کُرسی پر اپنی نشست درست کر لی تھی اور ایک بھرپور جمائی کے دوران میں اُس کا بیدار ذہن اُس کی نیم خوابیدہ آنکھوں کو ساری کہانی یاد دلا چکا تھا کہ کس طرح، کب اور کیوں وہ بنگلے میں آئی ہے۔

ڈیر ـــــ ڈیر ـــــ اُس نے پکارا۔

پھر وہ بے قرار ہو کر اُٹھی ـــــ مچھر دانی کو ایک کونے سے سرکا کر اُس نے پلنگ پر دیکھا لیکن بستر پر ایک سلوٹ بھی نہ تھی۔

وہ تڑپ کر پلٹی، کسی نے حقائق کا جیسے اُس پر انکشاف کر دیا۔ کسی نے اس کے کانوں پر ہونٹ رکھ کر جیسے سرگوشی کی، شانوجہ نے تم سے یہ رہا سہا سہارا بھی چھین لیا ہے ـــــ تم شانوجہ کی ماں ہو ـــــ یا اُس کی ـــــ یا اُس کی سوکن؟

نہیں ـــــ نہیں ـــــ نہیں۔

اور کوشلیا پاگلوں کی طرح کمرے کے نمبر پڑھتی ہوئی شانوجہ کے کمرے

ٹھیک سے یاد کیا اور بند دروازے پر آ کر اُس نے بے تحاشہ دروازہ
ڈال۔
شانو جہ انگڑائی لے کر اُٹھ بیٹھا "—— کون ہے —— کون ہے؟"
جھنجھلا کر اُس نے زور سے پوچھا۔
لیکن کوئی پاگلوں کی طرح دروازہ مسلسل پیٹ رہا تھا۔
شانو جہ نے اپنے ننگے جسم کے اطراف شال لپیٹنے کے لیے پلنگ سے
لگائی۔ پھولوں کی پنکھڑیاں جو اس کی پُشت اور جوڑوں سے چمٹ
فرش پر آ گریں۔ وہ ان باتوں سے بے نیاز شال لپیٹ کر دروازے
پہنچا اور چٹخنی کھول دی تو دروازے کے دونوں پٹ بیسرا کے محرم کی طرح

شلیا نے پوچھا —— "کہاں ہے وہ؟"
نو جہ مسکرایا —— اُس نے کوشلیا کی پروا کیے بغیر کہا —— میرے بدن
نہیں ہیں —— میں شال کے اندر بالکل ننگا ہوں —— خلافِ معمول تم
سے کپڑے پہنے ہوئے ہو جیسے رات تم نے کپڑے اُتارے ہی نہیں
بھی کوئی مضائقہ نہیں —— لیکن حیرت اس بات پر ہے کہ تم اب
یہ کہنے کے لیے نہیں آئی ہو کہ میں تمھیں ماں پکار سکتا ہوں۔"
شلیا نے شانو کے لگائے ہوئے زہریلے نشتر کو تڑپ کر محسوس کیا۔

"بکواس بند کرو ــــ پہلے مجھے یہ بتلاؤ کہ وہ ہے کہاں؟"

"وہ جا چکا ہے اور اگر ہوتا بھی تو تم اُس کا کیا بگاڑ لیتیں؟"

"تو تم اُس کا پہلو بھی گرما چکے ہو؟ ــــ تم جانتے ہو ــــ تم جانتے ہو کہ وہ میرا ــــ"

شانوجہ چونکا ــــ اُس کی سمجھ میں آیا کہ کوشلیا پیارے لال کو نہیں اپنے ڈیر بالڑکہ کو پوچھ رہی ہے۔

شانوجہ نے حقارت سے کوشلیا کو دیکھ کر کہا ــــ "اونہہ اس کی گرہ میں اتنے دام نہیں ہیں کہ وہ مجھے اپنے پہلو میں لے سکے۔"

"ورنہ تم اس کے بھی ہو جاتے؟"

"نہیں جی ــــ اس کے تو میں پتاجی کہہ کر پیر پکڑ لیتا۔ تم یہی چاہتی تھیں نا۔"

"مجھ پر طنز کرتے ہوئے افسوس ہے کہ تمھارا دل روتا نہیں ہے۔"

"روئے گا۔ آہستہ آہستہ رونے لگے گا ــــ پہلے تم مجھے ان سارے مردوں کا حلیہ بتا دو جو تمھارے ہو چکے ہیں، تاکہ جب وہ میری طرف ہاتھ بڑھائیں تو میں ان کی کلائی مروڑ کر پوچھوں کہ تم میرے باپ تو نہیں ہو۔ یا پھر ان کا گریبان پکڑ کر تمھارے سامنے لے آؤں ــــ تم سے کہوں کہ ماں پہچانو، یہ میرا باپ تو نہیں ہے ــــ اور جب تم نفی میں سر ہلاؤ تو اپنا جسم اُس کی آغوش

نہیں دے دوں اور جو تم پہچان سکو کہ وہ کبھی تمھارے ساتھ بھی سو چکا ہے
تو میں اُس کی اِندا کی ہوئی ساری رقم لوٹا کر اُس کے پیر پکڑ لوں گی پتا جی مجھے معاف
کر دو۔"

کوشلیا مبہوت کھڑی شانو جی کی ان باتیں سُنتی رہی ـــــ پھر اُس نے
ہاتھ کانوں پر رکھ لیے اور چیخ پڑی ـــــ "شانو ـــــ شانو ـــــ بس کر دو
شانو۔"

کوشلیا کی چیخ کا یہ تیر شانو کے دل پر ترازو بن گیا ـــــ کوشلیا کو گھائل
کرتے کرتے اُس کی بے بسی پر خود شانو گھائل ہو گیا۔

وہ منٹ بھر خاموش رہا ـــــ پھر بڑھ کر اُس نے کوشلیا کو سہارا دیا
جو دروازے کا پٹ تھامے سسک رہی تھی۔

سہارا پا کر کوشلیا کمرے میں چلی آئی پھر اُس نے شانو کو نظر بھر کر دیکھا۔
پھر اُس کے سینے پر سر رکھ کر سسکنے لگی۔

ہاتھ بڑھا کر شانو نے دروازہ بند کرنا چاہا تو اُس کو چٹخنی بہت مشکل سے
نظر آئی کیونکہ آنسو اُس کی آنکھوں میں تیر گئے۔

اُس نے کوشلیا کو بھینچ لیا ـــــ "ماں ـــــ تو کیسے انکار کرے گی
ماں کہ تو میری ماں نہیں ہے ـــــ میں تجھے جانتا ہوں ماں۔ تو نے سایوں کے
پیچھے زندگی بتا دی ہے ـــــ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جس جہنم سے تو بھاگی

رہی ہے میں اُسی جہنم میں تجھے کھینچ لایا ہوں ــــــ میں بھی کوئی خوش نہیں ہوں لیکن مجھے کوئی افسوس کبھی نہیں ہے ــــــ میں آج بھی مطمئن ہوں کہ میں بہتوں سے اچھا ہوں۔ وہ لوگ جو مجھ پر بے دریغ لُٹاتے ہیں وہ مجھ سے بڑے مجرم ہیں ماں ــــــ اُن کی گرہ میں جو دام میرے لیے ہوتے ہیں وہ رشوتوں اور ناجائز ٹھیکوں سے کمائی ہوئی دولت کا ایک حصّہ ہیں ــــــ لیکن زمانہ اُن کے آگے جھکتا ہے۔ ان کی بڑی بڑی موٹریں آنکھوں کو خیرہ کرکے اس طرح گزر جاتی ہیں کہ آدمی کو آدمی کا خون نظر نہیں آتا ــــــ ہمارا جُرم تو اتنا ہے کہ ہم اپنے ہی خون میں زہر ملا کر مگن ہو بیٹھے ہیں ــــــ کل جب ایک اچھے سے بنگلے سے اچھی سی کار میں بیٹھ کر تو اندر میں نکلیں گے تو کتنی ہی نظریں تعظیم کو جُھک جائیں گی۔ خدا کی خدائی سے انکار کرنے والے بہت سے دیکھے ہیں، دولت کی خُدائی سے انکار کرنے والا تو نے آج تک نہ دیکھا ہے ماں!"

کوشایا نے سب کچھ سُننے کے بعد بھی شانو کے سینے سے گردن اُٹھائی تو اُس نے یہی سوال کیا۔

"سچ بتا دے شانو کیا وہ یہاں آیا تھا؟"

"نہیں ماں، وہ میرے پاس چاہے بھی تو آ ہی نہیں سکتا ــــــ میں اُس کی پہنچ سے باہر ہوں ــــــ مجھ پر بھروسہ کیوں نہیں کرتیں۔"

"پیارے لال کہاں ہے؟"

"وہ رات ڈھلنے جا چکا ہے ــــ اُسے صبح ہونے تک برہمن بستی سے ہو کر شہر پہنچنا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ڈیر بالڈ بھی اُسی کے ساتھ گیا ہو ــــ لیکن تو اس قدر دل گیر کیوں ہو رہی ہے ــــ جانے دے رہتا ہے تو تجھے کون سا نہال کر دیتا ہے۔ اُلٹے تو ہی اس پر خرچ کرتی ہے۔"

کوشلیا خاموش ہو رہی ــــ نہیں رہے ــــ پھر وہ آگے کچھ اور نہ کہہ سکی۔ اس نے اپنی دونوں آنکھوں کو دونوں ہاتھوں کی پشت سے مل کر خشک کیا اور مسکرا کر کچھ اس طرح شانو جہ کو دیکھا جیسے دل ہی دل میں اُس کی ذہانت کا اعتراف کر رہی ہو۔

پھر اُس سے رہا نہ گیا اور اُس نے کہہ دیا ــــ "تو ایک دم کتنا ہوشیار ہو گیا ہے شانو جہ۔"

شانو ہنسا ــــ "ایک دم ہوشیار ہو گیا ہوں؟" ــــ اُس نے سوالیہ طور پر دہرایا۔ اور جب پلٹ کر پلنگ کی طرف بڑھنا چاہا تو شال کا ایک حصہ جسے وہ اوڑھے ہوئے تھا اُس کے ہاتھ سے چھوٹ کر اُس کے پیچھے اس طرح جھول گیا کہ کوشلیا نے اُس کی پشت پر اور اُس کے چوتڑوں پر پہلے گلاب کی پنکھڑیاں چپکی ہوئی دیکھیں

یہ گلاب پیارے لال کے لیے شاید شانو نے اس وقت توڑے تھے جب وہ مجھ سے ملنے کے لیے جھیل پر آیا تھا۔

کوشلیا نے بڑھ کر شال اُس کی پشت پر اس طرح برابر کر دی جیسے اپنا ہی بدن چھپا رہی ہو۔

"تُو اب میرے ساتھ چلے گا نا؟" ـــــ کوشلیا نے لاڈ سے پوچھا۔

"تو تیرے گھر میں میرے لیے جگہ نکل آئی ہے؟ ـــــ میں جانتا تھا ـــــ تُو مجھے اپنے گھر سے نکال دے بھی تو اپنے دل سے نکال نہیں سکتی۔"

"کل پیارے لال سے ڈیرہ یا لڈ نے اپنے لیے وِسکی منگوائی تھی ـــــ تو جانتا ہے کچھ؟"

"نہیں ماں ـــــ منگواتا تو وہ ضرور لینے آتا اور چلے جاتا تو یقیناً بلّو میرے پاس چھوڑ جاتا کہ میں اسے دے دوں ـــــ بلّو آدمی برا نہیں ہے ماں، کم سے کم اتنا تو ہے کہ جھوٹی سچی محبت جتلا کر مفت میں میرے جسم تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرتا۔"

"کون بلّو؟"

"بلونت، یعنی تمھارا پیارے لال، اسے میں پیار سے بلّو پکارتا ہوں۔"

"تُو اسے چاہتا ہے اتنا؟"

"ہاں ماں دام کھرے ہو جاتے ہیں تو میں رات کی رات ہر اُس مرد کو اتنا ہی چاہتا ہوں جس کے ساتھ رات گزارنی ہوتی ہے۔"

"پر سنا ہے کہ پیارے لال تیرے پاس زیادہ ہی آتا ہے۔

پہلے بھی تو اُس سے چھپ چھپ کر ملتا رہا ہے۔"

"اس لیے کہ پیارے لال مجھے پسند کرتا ہے۔ تو کہہ سکتی ہے کہ چاہتا ہے۔ بالکل اُسی طرح جیسے تو ڈیر بالڈ کو چاہتی ہے۔"

کوشلیا خاموش ہو رہی۔

دیکھ تو پَو پھٹ رہی ہے ـــ اچھا تو ذرا میرے بستر پر لیٹ رہیں نہا دھو کر تیار ہو لوں۔

شانوجہ غسل خانے میں چھپاکے سے داخل ہو گیا تو کوشلیا نے بستر پر بکھری ہوئی پیلے گلاب کی پنکھڑیاں دیکھیں۔ پھر بستر کی شکنوں اور سلوٹوں پتہ نہیں کیا کیا کہانیاں اُسے سُنائیں ـــ وہ چپکے سے شانو کے بستر کے قریب سے ہٹ آئی اور کرسی پر پسر کر بیٹھ گئی لیکن وہ پھر کچھ اداس ہو گئی تھی۔

شانوجہ نہا دھو کر مردانے کپڑے پہن کر آیا تو وہ بھی اُس پر سج رہے تھے اُس نے کہا۔" ماں ذرا نیوڈے کو فون کر لوں۔ آج بہت دنوں سے کچھ کچھ بھرا ہوا ہے کوئی نہ کوئی ٹیکسی ہو گی ہی۔"

"کتنی دور ہے ـــ اب تو ٹیکسی سے کم چلے گا نہیں؟"

"یہ بات نہیں ہے ماں ـــ دیکھو نا ساتھ کتنا سامان ہے۔" اور شانوجہ نے جھک کر پلنگ کے نیچے سے دو سوٹ کیس گھسیٹ نکالے۔ پھر بید کی ایک باسکٹ نکالی جو مقفل تھی ـــ "اس میں اچھی اچھی شرابیں ہیں۔ اُس نے بید کی

باسکٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ــــ "اور میں تیرے لیے بہت کچھ
لایا ہوں ماں۔ ریسٹ واچ ساریاں تو ذرا ہنس دے ــــ ہنس دے نا ــــ
ہے تو میرے لیے ایک ایک پل ردی ہے۔"
کوشلیا ہنسنے لگی تو اُس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔
اُس نے پوچھا ــــ "تجھے کس نے بتایا شانو!"
"میں نے تو خود تجھے خوابوں میں روتے ہوئے دیکھا ہے ماں ــــ" اور
اُس نے کوشلیا کی گردن میں باہیں ڈال دیں اور اُس کے گال چوم لیے اور فون
کرنے کے لیے تیزی سے دروازے کے باہر نکل گیا۔
لوٹ کر اُس نے بتایا کہ ٹیکسی آ رہی ہے۔
"میں بھی اپنا سامان لے آتا ہوں ــــ کوشلیا یہ کہہ کر کمرے سے نکل گئی تو
شانو نے پکار کر پوچھا ــــ "کیا کوئی وزنی سامان ہے ماں؟"
"نہیں شانو اس نے جواب دیا اور دل ہی دل میں خوش ہوئی کہ شانو
اُس کا کتنا خیال رکھتا ہے۔
کمرے میں ادھر اُدھر پڑی ہوئی دو ایک چیزوں کو اُس نے ڈیر بالڈ کے
سوٹ کیس میں رکھا جو وہ چھوڑ گیا تھا اور دروازہ بھیڑے بغیر کمرہ خالی کر کے
چل پڑی۔
شانو نے دونوں کمروں کا بل ادا کیا ــــ تو کوشلیا کو ڈیر بالڈ کی یہ بات

اچھی نہ لگی کہ اُس نے پرودیپ کابل ادا کرنے کی زحمت کی ــــ اندر جانے سے پہلے اُسے بتایا ہی۔ اور دن وہ ایسا کرتا تو شاید کوشلیا اتنا زیادہ محسوس نہ کرتی۔ وہ ڈیر بالڈ کو شانو کے سامنے کسی طرح بھی شرمندہ ہوتا نہ دیکھنا چاہتی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ شانو اپنے پیارے لال کی تعریفیں اس طرح نہ کرے کہ کوشلیا کو ڈیر بالڈ سے تقابل کا احساس ہو اور شانو ہمیشہ کچھ اسی ڈھب سے باتیں کرتا تھا کہ ڈیر بالڈ جیسے اُس کے لیے ناپسندیدہ اجنبی ہے۔ وہ تو کوشلیا کے پاس اتفاقاً پیسے بالکل نہ تھے ــــ اُس نے ضرورت ہی محسوس نہ کی تھی اور جو ہوتے تو یقیناً وہ جھٹ سے فیروزے کا بل چکاتی ہوئی کہتی کہ ڈیر بالڈ اپنا پرس یہیں چھوڑ گیا ہے تاکہ مجھے کوئی تکلیف نہ ہو ــــ لیکن اب سوائے شانو جی کو دیکھتے رہنے کے اُس کے لیے کوئی چارہ نہ تھا۔

ٹیکسی میں شانو کے پاس بیٹھتے ہوئے اُسے خیال آیا کہ ڈیر بالڈ اپنی رقم اُسی کے صندوق میں چھوڑ گیا ہے۔ ــــ لیکن چابیاں کہاں ہیں؟ ــــ اسی نے جلدی سے اپنی ساری کا پلو دیکھا جو بغیر کسی سلوٹ کے بالکل ستھرا تھا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے ادھر ادھر اپنے بیگ میں ٹٹولا۔ پھر اُس نے ٹیکسی رکوائی جو اسٹارٹ ہو چکی تھی اور ریٹ سے دروازہ کھول کر اُتر پڑی۔

"کیا بات ہے ماں؟"

"چابیاں بھول آئی ہوں ــــ لیکن ٹیکسی سے اُتر کر وہ دو قدم چلی ہی

تھی کہ اُس کو یاد آ گیا کہ چابیاں ڈیریالڈ نے اپنے کوٹ کی جیب ہی میں رکھ لی تھیں۔

وہ بناوٹی ہنسی ہنس کر لوٹ آئی اور ٹیکسی میں پھر سوار ہوتے ہوئے کہا کہ اُسے یاد آ گیا ہے اُس نے چابیاں سوٹ کیس میں رکھ لی ہیں اور بظاہر اطمینان سے شانو کے پاس بیٹھ گئی ـــــ وہ نہیں چاہتی تھی کہ شانو کو بتلائے کہ ڈیریالڈ نے اتنی بڑی رقم اُس کے پاس رکھی ہے۔

ٹیکسی روانہ ہوئی تو کھائی کے قریب پہنچ کر اُس نے ڈیریالڈ کو اُس مقام پر یاد کیا جہاں کھائی میں پھول پھینکنے سے قبل ڈیریالڈ نے اُس کے ہونٹوں کو چوما اور اپنی محبت کی ہمیشہ کی طرح قسمیں کھائی تھیں۔

"ماں کاکا بھی مجھ سے خفا ہو گا ـــــ کیوں ہے نا؟" شانو یکایک پوچھ بیٹھا تو وہ اپنے خیالوں سے چونکی۔

"کاکا کی خفگی کتنی شانو ـــــ ہم ہنستے ہیں تو وہ غصہ بھول جاتا ہے۔ مجھے روتا ہوا دیکھتا تھا تو تجھ پر کڑھتا تھا۔ مجھے ہنستا ہوا دیکھے گا تو تجھے یوں سینے سے لگائے گا جیسے تو نے کوئی کارنامہ کیا ہے۔"

"میں نے بہت بڑا کارنامہ تو کیا ہے ماں۔"

"یہی نا کہ مجھے سو سو آنسو رلایا ہے۔"

"نہیں ماں جس آدمی کو میں نے رجھا کر اپنا لیا ہے۔ اُس کے پاس بے شمار

دولت ہے اور نہ میرا عاشق ہے۔ دیکھ لینا ہم اُس سے کتنا کما لیں گے۔ مجھے
یقین ہے ماں کہ وہ دو چار دن ہی میں موٹر بھیج کر مجھے بلائے گا۔ عجب نہیں
وہ خود چلا آئے۔ کہتا تھا کہ جھیل کے کنارے تمہارے پُر فضا جھونپڑے کی تعریف
سُنی ہے۔ کبھی آ کر دیکھوں گا تاکہ اس جھونپڑے کو ایک چھوٹے سے نہایت
خوبصورت بنگلے میں بدل سکوں۔ ایسے بنگلے میں جس میں میرا حسین شانو آرام
سے رہ سکے اور یہ کہتے کہتے اُس نے مجھے کھینچ کر اپنی گود میں بھر لیا تھا ــــ

اور پھر ــــ"

"ہشت ــــ تو کتنا بے شرم ہو گیا ہے رے۔"
کوشایا نے اُس کو ٹوک دیا ــــ لیکن شانو جو بالکل بے پروائی سے ہنس پڑا۔
وہ موٹر کے باہر پیچھے بھاگتے ہوئے مناظر کو کچھ اس طرح دیکھتا رہا جیسے
جھیل کے کنارے صرف اپنا حسین، جمیل، چھوٹا سا بنگلہ دیکھ رہا ہو جو دوڑتے
ہوئے موٹر کے باہر بار بار اُس کی نظروں سے ہو کر پیچھے بھاگ رہا ہو۔
اُس نے باہر ہی محویت کے عالم میں دیکھتے ہوئے پھر بولنا شروع کیا۔
"ماں جب خان آئے گا تو میں اُس سے کہوں گا کہ میں نے قسم کھا رکھی
ہے کہ رہوں گا تو اپنے اور جھیل کی اس سر زمین پر میں خان کی آغوش میں
اُسی وقت آؤں گا جب کہ جھیل کے کنارے میرا بنگلہ تعمیر ہو جائے۔ اسی بنگلے
میں خان مجھے اپنا سکے گا اُس وقت تک وہ مجھے یہاں ہاتھ نہیں لگا سکے گا۔

ویسے مجھے یہاں سے دُور کہیں بھی لے جا سکتا ہے ــــ تو نہ کھنا ماں" ــــ وہ کچھ سوچ کر پھر کہنے لگا۔ "خان کو مجھ سے ایک پل کی جدائی بھی گوارا نہ ہو گی۔ ــــ جب یہاں تک آ کر بھی وہ مجھے اپنانے سے محروم رہے گا تو میری ضد پوری کرنے کے لیے فوری تعمیر شروع کروا دے گا اور مجھے اپنے ساتھ لے کر وہ ایک دن کے لیے چلا جائے گا ــــ میں نے اُس پر جادو کر دیا ہے ماں ــــ جادو۔"

کوشلیا نے شانو کو دیکھا تو اُس کو محسوس ہوا کہ شانو بھی اُسی کی طرح کسی خیالی دنیا میں رہتا بستا ہے ــــ فرق صرف اتنا ہے کہ شانو کی دنیا خوبصورت بنگلوں اور موٹروں سے بنی ہے اور اس کے اپنے کچے گھروندوں اور چاندنی راتوں سے۔

ٹیکسی جھیل کے باغ کے چھوٹے سے گیٹ پر رکی تو ہارن بجانے پر بھی کاکا نہیں آیا ــــ وہ یقیناً اتنی صبح صبح بھی کسی کو بجرے میں جھیل کی سیر کرا رہا ہو گا۔

"ماں ــــ میں کاکا کو اب کچھ کرنے نہ دوں گا ــــ اسے آرام سے رکھوں گا ماں۔"

کوشلیا نے پلکیں جھپکا کر ایسی آنکھوں سے شانو کو دیکھا جیسے اُس کو پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو۔

جب وہ جھونپڑے کے پاس پہنچ گئے تو سامان اُٹھا کر لے چلنے والوں میں

ت کے ساتھ ٹیکسی ڈرائیور بھی تھا ـــــ کرایہ اور انعام دے کر شانو نے سامان
سر پر رکھا اور جھیل کی طرف کاکا کو دیکھنے کے لیے چل دیا تو کوشلیا بھی تیز
ز قدم اٹھاتی اپنے سونے کے کمرے میں پہنچی جہاں اس نے ٹیریبالڈ کی رقم
ی تھی۔

صندوق کا قفل کھلا ہوا تھا ـــــ اس نے کنڈی سے قفل الگ کر کے
ست سے صندوق کھولا تو اس کو اوپر ہی رکھا ہوا ایک خط نظر آیا ـــــ اس نے
ے چینی سے خط نکال لیا اور پڑھنے لگی۔

دشمن ہوش میری محبوبہ دلنواز کوشل
میں تمھارا ہوں۔ تمھارا رہوں گا۔ تم نے آج کمرے پر اپنے دکھ درد کا ذکر
لیکن مجھے اس طرح نظر انداز کر دیا جیسے میں تمھارا غموں کا ساتھی نہیں ہیں
ست اداس ہو گیا تھا اور تم سے جو کہنا چاہتا تھا وہ کہہ دینا مجھے اس وقت
ر مناسب معلوم نہ ہوا ـــــ میری بچی کی شادی ہے اور مجھے پیسے کی ضرورت
ے ـــــ میں چاہتا تھا کہ تم سے جس قدر قرض مل سکتا ہے حاصل کر دوں تاکہ
ری پریشانی تمھاری ہمدردی اور محبت کے ہاتھوں سکون میں بدل سکے۔ تم
تی ہو کہ اس کاروباری دنیا میں لڑکے والے لڑکی سے نہیں، اس کے پیسے
ر بیاہ رچاتے ہیں۔ تم میرے اس درد کو جس طرح جان سکتی ہو شاید دنیا نہ
ہ سکے اس لیے کہ تم پر بیتی ہے۔ تمھاری ماں نے تمھارے بے پناہ حسن

کے باوجود تمھارے ہاتھ اس لیے پیلے نہیں کیے کہ وہ آسمان سے ہُن برسنے کے انتظار میں تھی اور تم اس ہُن کا انتظار کیے بغیر شانوجہ کے باپ کے ساتھ بہت دور نکل گئیں ــــ اتنی دور کہ پھر لوٹ نہ سکیں ــــ کوشش میں اپنی رقم کے علاوہ تمھارے صندوق میں جو کچھ رقم مل سکی لے جا رہا ہوں ــــ صرف آٹھ سو اکیاسی روپے ملے ہیں۔ میں تمھیں ایک ایک پائی لوٹاؤں گا کوشش ــــ جان دیکھو نا مجبوری کیسی بڑی بلا ہے ــــ وہ بھی کسی نادار باپ کی مجبوری میں بجائے اس کے کہ تمھارے ناز اُٹھاتا، تمھارے احسان اُٹھا رہا ہوں۔

تمھیں شادی کی تاریخ لکھوں گا ــــ آؤ گی نہ ــــ میں جانتا ہوں تمھارا دل اتنا بڑا ہے کہ تم مجھے معاف کر دو گی ــــ اور یہ سوچ کر میں خوش ہوں کہ چلو میرے کام آئیں تو تم آئیں۔ تم جو میری زندگی کی پونجی ہو۔ ــــ ورنہ جانے میں کس کس کے آگے ہاتھ پھیلاتا۔

تمھارا ہمیشہ تمھارا

سعید الزماں ڈیریا لڈ

جب کوشلیا نے کاکا اور شانوجہ کو جھیل کی طرف سے لوٹتے ہوئے دیکھا تو وہ ڈیریالڈ کے اسی خط کے بارے میں سوچ رہی تھی جسے ابھی ابھی پڑھ کر وہ اپنے صندوق میں چھپا آئی تھی۔ کوشلیا کو مسکراتا ہوا دیکھ کر کاکا نے کہا ــــ

"آج بیٹا گھر آیا ہے تو تیرے ہونٹ ہی نہیں نہ آنکھیں بھی مسکرا رہی جو بات

اُن کے ساتھ ٹیکسی ڈرائیور بھی تھا ـــ کرایہ اور انعام دے کر شانو نے سامان اندر رکھا اور حویلی کی طرف کاکا کو دیکھنے کے لیے چل دیا تو کوشلیا بھی تیز تیز قدم اُٹھاتی اپنے سونے کے کمرے میں پہنچی جہاں اُس نے نند بابا کی رقم رکھی تھی۔

صندوق کا قفل کھلا ہوا تھا ـــ اُس نے کنڈی سے قفل الگ کر کے جھٹ سے صندوق کھولا تو اس کو اوپر ہی رکھا ہوا ایک خط نظر آیا ـــ اُس نے بے چینی سے خط نکال لیا اور پڑھنے لگی۔

دشمنِ ہوش میری محبوبہ دلنواز کوشل

میں تمہارا ہوں، تمہارا رہوں گا۔ تم نے آج کمرے پر اپنے دُکھ درد کا ذکر کیا لیکن مجھے اس طرح نظر انداز کر دیا جیسے میں تمہارا غموں کا ساتھی نہیں ہوں۔ بہت افسوس ہو گیا تھا اور تم سے جو کہنا چاہتا تھا وہ کہہ دینا مجھے اس وقت کچھ مناسب معلوم نہ ہوا ـــ میری بچی کی شادی ہے اور مجھے پیسے کی ضرورت ہے ـــ میں چاہتا تھا کہ تم سے جس قدر قرض مل سکتا ہے حاصل کروں تاکہ میری پریشانی تمہاری ہمدردی اور محبت کے ہاتھوں سکون میں بدل سکے۔ تم جانتی ہو کہ اس کاروباری دنیا میں لڑکے والے لڑکی سے نہیں، اُس کے پیسے سے بیاہ رچاتے ہیں۔ تم میرے اس درد کو جس طرح جان سکتی ہو شاید دنیا نہ سمجھ سکے اس لیے کہ تم پر بیتی ہے۔ تمہاری ماں نے تمہارے بے پناہ حُسن

شانو نے کوشلیا کی حیرانی دیکھی تو اُس کی کمر میں گُدگدا کر کہا ــــ "ہاں تُو ڈیر بالڈ کی ساری ہی باتوں کو سچ مانتی ہے ــــ اور جو کچھ میں کہتا ہوں تو اُس پر یقین کر لیتی ہے ــــ خود سے اس نتیجہ پر پہنچتی ہی نہیں کہ ہم دونوں میں کون جھوٹا ہو گا ــــ ہو سکتا ہے کوئی اُس کی بیٹی ہو ــــ میں نے تو یونہی مذاقاً کہہ دیا تھا ماں" ــــ اور شانو جو نے پینترا بدل کر سوچا کہ ڈیر بالڈ کے اس جھوٹ کے پیچھے جانے کتنی باتیں چھپی ہیں جو آہستہ آہستہ ماں اُسے تب ہی بتائے گی جب کہ یہ جھوٹ چھپا رہے۔

لیکن کوشلیا ساری باتوں سے بے نیاز ہی، دور دور جھیل کی سمت کچھ ڈھونڈ رہی تھی ــــ اُسے کون سمجھا سکتا تھا کہ کوئی سچائی اُن آنکھوں کو نہیں ملتی جو اتنی دور دور تک دیکھتی ہوں۔

شام ہوئی تو رہ نے کی کھائی پر آدمیوں کا ٹھٹھ جمع تھا۔ جھاڑیوں میں پھنسی ہوئی کپڑے کی دھجیوں کو دیکھ کر کاکا کا شبہ یقین سے بدل گیا تھا کہ وہ کوشلیا ہی تھی جس کے سائے کو کھائی کے منہ پر ڈولتے ہوئے اُس نے دیکھا تھا ــــ کاکا میں دو قدم چلنے کا یارا نہ تھا اور لوگ اُسے سہارا دیے ہوئے تھے۔

فیروزے کا پیر اصمصام دین درخت کی اوٹ میں چھپا سسکیاں بھر کر اُس بچے کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا جس کا نیا نویلا کھلونا ٹوٹ گیا ہو۔

ایسا کھلونا جسے ابھی اُس نے بس چھوا تھا۔

شانتی جواُسی کھائی کی طرح خاموش تھا جس میں ابھی کچھ دیر پہلے بڑی ہلچل سی مچی تھی۔

ہینسن کہہ رہا تھا۔ کوشلیا ایک بڑی عورت تھی۔ ایک عظیم ماں جسے نہ محبت کا سکھ ملا نہ ممتا کا۔"

پاس ہی کسی ناختہ کی آواز آرہی تھی اور سارے گھرے ہوئے تھے اور دن ڈوب رہا تھا اور انسانوں کے اس غول میں کتنے دل ڈوب رہے تھے یہ نہیں کہا جاسکتا۔

●●●

چند عمدہ افسانوی مجموعے

سب سے چھوٹا غم	عابد سہیل	۸ روپے
کل کی باتیں	رام لعل	۷ روپے
مٹی کا چراغ	سلمیٰ صدیقی	۷ روپے
وہ بھیگے ہوئے لوگ	اقبال مجید	۷½ روپے
نُچا ہوا البم	اقبال متین	۷½ روپے
پہلی آواز	رتن سنگھ	۵ روپے
رسائی	جوگندر پال	۵½ روپے
دو غنڈے	مظفر حنفی	۵ روپے

طنز و مزاح

تُٹ تُوٹ	یوسف ناظم	۵ روپے
ستم ایجاد	احمد جمال پاشا	۷ روپے

نصرت پبلشرز کپور مارکیٹ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ ۳